

جامعة حمدان بن زايد لعلوم الإنسانية والتكنولوجيا

الكتاب العام

شماره نمبر 01 | جلد نمبر 28 | ستمبر 1443ھ / محرم 2021ء



Caresse Naturals

Hand Wash

benefits

Economical bars
than soap bars

Hygienic

Antibacterial

Use till
last drop

Rich fragrance



Thick gel gives more washes
compared to other brands



الحمد لله

REG.NO. M.C 898



مضمون نگار حضرات سے ضد احتراش!

..... ماہنامہ الحمد للہ، ملت اسلامی کی پاسبانی و رہنمائی کرنے والا ادارہ جامعہ حماد یہ کاپی کا ترجمان ہے، اس لیے مضامین میں اس کی فکر کو خاص طور پر بلوظ رکھیں۔
۱..... مضامین علمی، فقیہی، ادبی، اصلاحی کی بھی انداز کے ہو سکتے ہیں، لیکن کوشش کی جائے کہ اپنی بات جامعیت و اختصار کے ساتھ پیش کی جائے۔ مضمون کو غیر ضروری طول دینے سے احتراز لیا جائے۔

زرسالانہ	تیمت فن پرچہ
PKR: 400.00	اندرون ملک = 35.00 روپے
USD: 35.00	اندرون ملک = 35.00 روپے

برائے تعاون و زرسالانہ		
+92-300-1201016	JazzCash	جانش
Title: AL-HAMMAD (RESALA)	MCB	جناب انسیس یوسف
A/C NO. 0103601010009449	جامعہ حمادیہ	ذیارت

Jamia Hammadia
Karachi, Pakistan
www.JamiaHammadia.com
Write@JamiaHammadia.com
Fatwa@JamiaHammadia.com



+92-21-34588024 +92-300-1201016
Mahnama@JamiaHammadia.com

مجلس ادارت

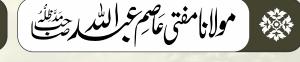
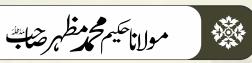
مدیر مسؤول



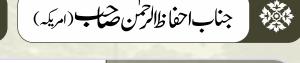
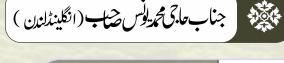
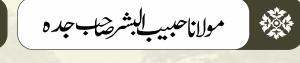
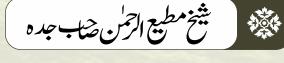
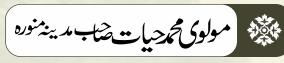
مدیر منظم



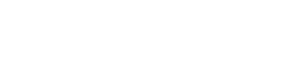
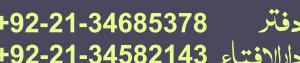
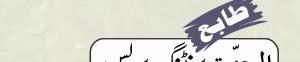
مجلس مشاورت



بیرون ملک نمائندے



ترتیب و تصحیح



فہرست

- بصیرت و بصارت** کلمۃ المدیر 03
- نور مدد ایت** سورۃ الاعراف 07
- مشکوٰۃ نبوت** اسلام میں عدل و الناصف 10

مقالات و مضامین

سلسلہ دار سیرت النبی ﷺ مولانا جنید شریح 15 تذکرہ عمر فاروق اور حسین بن کیمین

اسلامی تقویٰ کا آغاز اور اسلام میں محروم کی ایت 24 ضیاء الدین قاسمی و تعزیٰ داری کی حرمت و تاریخ

گھریلو تشدٰد تخفیط بل ڈاکٹر فہد انوار 35 اشاعت دین میں خواتین کا کردار منقی ضالعجنی صاحب 43

موجودہ عالمی حالات 47 منقی نئیم عالم قاسمی

شہد کی افادیت ڈاکٹر فہد انوار 52 تذکرہ مسافران آخرت مولانا جنید شریح 56

رازبستہ کانزی ایکائیں 61 حضرت مولانا حافظ محمد بلاں صاحب بیان سائنس

نوٹ! مقالات و مضامین سے ادارے کا متعلق ہو ناظوری نہیں ہے۔ (ادارہ)

كلمة المدير

حَسْنَةُ الْوَاقِعِ أَسْمَاعُ عَبْدِ اللَّهِ صَنَا
مَلِئْتُمْ بِالْجُنُوبِ مَا لَمْ يَرَهُ كَثُرٌ مِنْكُمْ



اک حادثہ فاجعہ

گزشتہ چند سالوں میں آسان علم کے ماہ و نجوم اس تیزی سے غروب ہوئے ہیں کہ ماضی میں اس کی نظر ملنا مشکل ہے۔ کچھ زیادہ پرانی بات نہیں کہ یہ شہر ان دل آویز ہستیوں سے مالامال نظر آتا تھا جو علم و فضل کے پیکر اور زہد اخلاص کے خواگر ہوا کرتے تھے اور اپنی لیاقتوں اور صلاحیتوں کے اعتبار سے اسلاف کا نمونہ تھے۔

لیکن پچھلے دو ڈھائی سالوں میں اکابر امت یکے بعد دیگرے اس کثرت سے رخصت ہوئے کہ اب ہر طرف میدان خالی نظر آتا ہے۔ حضرت مولانا مفتی نعیم صاحب^ح، حضرت مولانا ڈاکٹر عادل خان صاحب^ح، حضرت مولانا مفتی زروی خان صاحب^ح، حضرت مولانا ابن الحسن عباسی صاحب^ح، یہ سارے حضرات انتہائی مختصر مدت میں ایک ایک کر کے رحلت فرمائے اور اب صدر و فاق المدارس العربیہ پاکستان رئیس جامعۃ العلوم الاسلامیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب^ح کے حادثہ ارتھاں نے دلوں پر بجلی گرا دی۔

انالہ واناالیہ راجعون

بندہ کی نظر وہ میں ابھی تک وہ منظر تازہ ہے جب اسلام آباد کی سر زمین پر ملک کے طول و عرض سے تشریف لائے ہوئے علماء کرام متفقہ طور پر ہاتھ بلند کر کے حضرت کی جلالت شان کا اقرار کر رہے تھے اور مسلسل دوسری مرتبہ کاروان علم و عمل کا سرخیل اور وفاق المدارس العربیہ کا جرنیل تسلیم کر رہے تھے، بلاشبہ تسلیم و رضا کا ایسا منظر تھا کہ عہد نبوی کی یاد تازہ ہو رہی تھی پھر اسلام آباد سے واپس آنے کے بعد حضرت کے علات کی خبریں سامنے آنے لگیں اور حریمین شریفین سمیت تمام عالم اسلام میں حضرت کی صحت یابی کے لیے دعائیں ہونے لگیں ہم نے بھی اپنے جامعہ میں آیت کریمہ کا ختم اور خصوصی دعاوں کا اہتمام کیا اس امید پر کہ زندگی کی رونقیں بحال ہو جائیں لیکن تقدیر کے مالک کو کچھ اور ہی منظور تھا کے اچانک ان کے وصال کی دلخراش و جانکاہ خبر نے قلب و جگر چھلنی کر کے کھ دیا۔

عجب قیامت کا حادثہ ہے انشک ہے آستین نہیں ہے زمین کی رونق چلی گئی ہے افق پر مہر میں نہیں ہے تری جدائی سے مرنے والے وہ کون ہے جو حسین نہیں ہے مگر تری سرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

حضرت اہل علم کے لئے سائبان اور روحانی والد کی حیثیت رکھتے تھے آج حضرت کا سایہ اٹھ جانے کے بعد علماء و طلباء اپنے آپ کو یتیم اور بے آسرا محسوس کر رہے ہیں حضرت شفقت و محبت اور رحمت و رافت کے پیکر جسم تھے ان کا نفس وجود ہی امت کے لئے باعث خیر و برکت تھا حضرت کی شخصیت یادگار اسلام فتحی علم و فضل اور تقویٰ و طہارت کے اون کمال پر فائز ہونے کے باوجود بھی وہ سادگی اور تواضع و انساری کا سراپا تھے ان کا پر نور چہرہ دیکھ کر اللہ یاد آتا تھا اللہ تعالیٰ نے انہیں فیض رسانی کے لیے منتخب فرمایا تھا حضرت کی مثال ایسے شجرہ سایہ دار کی سی تھی جس کی چھاؤں میں ہر خاص و عام کو آغوش مادر کا سکون میسر آتا تھا آج پوری امت اس عظیم سائے سے محروم ہو گئی اور ملت کا سہارا چھن گیا۔

**کڑے سفر کا تھکا مسافر، تھکا ہے ایسا کہ سو گیا ہے
خود اپنے آنکھیں تو بند کر ایں، ہر آنکھ ایکن بھگو گیا ہے**

موت العالم موت العالم ہما مقولہ آج صحیح معنوں میں حضرت کی وفات پر صادق آرہا ہے جو ہم سے ایسے نازک نہ گفتہ ہے اور ابتر حالات میں بچھڑکے کہ قدم پر ملکی اور بین الاقوامی سطح پر دینی مدارس کے تحفظ کو خطرات لاحق ہیں اور ارباب علم و دین کو مختلف حوالوں سے سنت نئے تحدیات کا سامنا ہے ایسے پر آشوب حالات میں حضرت کی شخصیت ہی مرکز وحدت و یگانگت اور گوشہ عافیت و سالمیت تھی۔

حضرت نے یہٹ آباد کے کاؤن کوکل کے ایک دینی گھرانے میں سن 1935ء میں آنکھ کھولی۔ آپ کے والد جناب سکندر خان بن زمان خان کا شمار گاؤں کے معزز و بالآخر افراد میں ہوتا تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں ہی حاصل کی۔ درس نظامی درجہ رابعہ سے سادسہ تک کی تعلیم مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ دارالعلوم نانک واڈہ کراچی میں حاصل کی پھر درجہ موقف علیہ اور دورہ حدیث کے لیے محدث العصر حضرت مولانا مفتی سید یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ جامعۃ العلوم الاسلامیۃ کا رخ کیا اور وہیں سے سن 1956ء میں سند فراعنت حاصل کی۔ سن 1962ء میں جامعہ اسلامیۃ مدینہ منورہ تشریف لے گئے جہاں چار سال تک زیر تعلیم رہے بعد ازاں سن 1972ء میں ڈاکٹریٹ کی غرض سے جامع الازہر قاہرہ کا قصد کیا اور ۱۱ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام الفقہ العراقيؑ کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ لکھا۔

آپ بعد از فراعنت تاحال جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں تدریس، نظمات، ادارت ماہنامہ بینات، مشیخت حدیث، اور صدارت جیسے اہم عہدوں پر فائز رہے۔ علاوہ ازیں وفاق المدارس العربیہ پاکستان، اتحاد تعلیمات مدارس دینیہ پاکستان، اقرار وضۃ الاطفال ٹرست پاکستان اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بھی تاوقت وصال صدر و امیر رہے اور متعدد بین الاقوامی اسلامی فورموں کے بھی رکن رہے۔ عربی اور اردو زبان میں ایک درجن سے زائد کتابیں اور بے شمار مقالات و مضامین آپ کے قلم سے شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہوئے۔ خلاصہ یہ کہ ہبھنے کو تو آپ صرف ایک عبدالرزاق اسکندر تھے لیکن حقیقت میں عظیم الشان کارناموں کا عمیق سمندر تھے۔

الناس منهم أَلْفُهُمْ كواحد

وواحد كالأَلْفِ إِنْ أَمْرٌ عَنِي

”ترجمہ: لوگوں میں سے کبھی ہزار ایک کے برابر ہوتے ہیں (عدم کارکردگی کے اعتبار سے) اور کبھی ایک فرد ہزار کے برابر، جب ارادہ کچھ کر گزرنے کا ہو۔“

طبعی طور پر آپ درس و تدریس اور علمی اور تبلیغی مشاغل کے بزرگ تھے لیکن ایک درد مند صاحب دل کی طرح ملک و ملت کی فلاج و بہبود کی خاطر ہمہ وقت فکر مند رہتے تھے علم و فضل کی دنیا میں کبھی کوئی نہیں رہی لیکن اخلاص اور دین کی سچی تربیت وہ جنس گراں ہے جو کہیں خال خال ہی ملتی ہے اس اعتبار سے حضرت کی وفات ملت کا ایسا نقصان عظیم ہے جس کی تلافی ممکن نہیں اس لیے آئیں دل کی گہرائیوں سے دعا کریں: اللهم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعده

(اے اللہ ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ فرم اور ان کے چلے جانے کے بعد ہمیں کسی فتنے میں پیلانہ فرمा)

اللہ تعالیٰ حضرت پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور انہیں فردوں بریں کا مکیں بنائے۔

پسمندگان اور جملہ احباب و متوسلین سے دلی تعزیت ہے۔ اللہ رب العزت سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین۔

نام نہاد گھر پیلو تشد و تحفظ بل

بدقلمتی سے مملکت خداد ایک ایسے نازک دور سے گزر رہا ہے جس میں ہر آئے روز کوئی نہ کوئی نیا فتنہ کھڑا کر کے اس کی بندیاں کو کمزور کرنے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے۔ پیرو فی ریاستہ ایجمنڈے کی تکمیل کی خاطر ہم پر مسلط ہونے والا ریاست مدینہ کے دعویداروں کا ٹولہ اپنی ریشہ دوانیوں سے بازنہیں آ رہا۔ حکومت کی جانب سے مسلسل ایسے فیصلے سامنے آ رہے ہیں جن میں ملک و قوم کے اجتماعی مفاد کو یکسر نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

پہلے حدود آرڈیننس کے نام پر پائیدار امن و سلامتی کے ضامن شرعی حدود کو معطل کیا گیا پھر اوقاف

قوانين میں ترمیم کر کے مدارس و مکاتب مدینہ کو نشانہ بنایا گیا مسلمانوں کی مذہبی آزادی کو سلب کرنے کی

کوشش کی گئی اور دستور پاکستان کی صریح خلاف ورزی کی گئی اور اب نام نہاد گھر بیو تشدیق تحفظ بل کے نام پر قومی و ملی اقدار سے کھلواڑ کیا جا رہا ہے۔ عائی زندگی کو بگاڑنے اور خاندانی نظام کو ڈھانے کے لیے آج سے دہائیوں پہلے جو ڈرامہ یورپ میں رچایا گیا تھا یہ اسی کا تسلسل ہے بلکہ یہاں تک سننے میں آ رہا ہے کہ ان غیر شرعی اور غیر اخلاقی قوانین کا مسودہ تک باہر سے برآمد شدہ ہے اور این جی اوز کے زیر اثر من و عن منظور کیے جا رہے ہیں۔

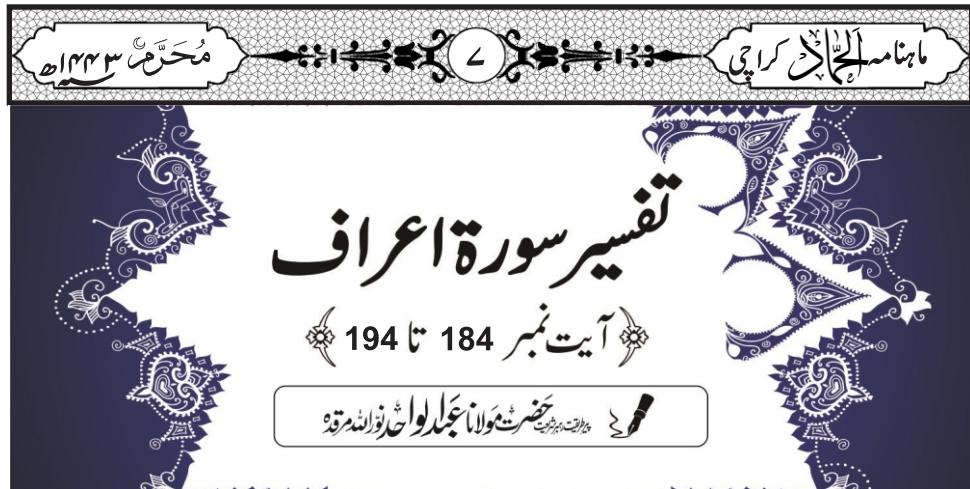
اس بل کی رو سے والدین کا اپنے بچوں کی پرائیویٹی، آزادی میں حائل ہونا، ان کے بارے میں ناگوار بات یا شک کا اظہار کرنا جرم ہے۔ بل میں معاشری تشدد کی اصطلاح بھی متعارف کروائی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بچہ کتنا ہی نافرمان کیوں نہ ہو جائے اسے راہ راست پر لانے کے لیے اس کا خرچہ بند نہیں کیا جاسکتا اسی طرح جذباتی، نفسیاتی اور زبانی ہر اسمعٹ جیسے بہم اصطلاحات کی آڑ میں والدین یا سربراہ خاندان کے ہاتھ پاؤں باندھ دیتے گئے خلاصہ یہ کہ خاندانی نظام کو شکست و ریخت سے دوچار کرنے اور مادر پدر آزاد معاشرے کو وجود میں لانے کی یہ ایک ناپاک کوشش ہے۔

لیکن یہ بات ذہن نشین وہی چاہیے کہ یورپ کے دلدادہ حکمران اسلام سے ہٹ کر جس نظام کو بھی مسلمانوں پر تھوپنے کی کوشش کریں گے وہ مکوم علیہ بالفشل ہے اس کی ناکامی کا فیصلہ تو اسی لمحہ ہو گیا تھا جب باری تعالیٰ نے "ان الدین عند الله الاسلام" کا اعلان فرمایا تھا۔

خود وہ خطہ جہاں سے اس بے ہودہ نظام کو درآمد کیا گیا اس کی تباہ کاریوں کی تاب نہ لاسکا اور سماجی و معاشرتی بے راہ روی کے ایسے دلدل میں جا پھنسا کے بہرا کوشش گلوخلاصی نہیں ہو پا رہی ہے۔ تمام تر دولت و ثروت اور مادی ترقی کے باوجود لوگ ڈھنی سکون اور قلبی اطمینان سے محروم ہیں، نیچے روز بروز خودکشی کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے۔

الہذا ارباب اقتدار خدا را ہوش کے ناخن لیں، مغربیت کے خول سے باہر آ کر آزاد فضا میں سانس لیں چہاں وحی کی روشنی قوانین الہیہ کا وہ سیدھا راستہ دکھلتی ہے۔ جس پر چل کر کبھی کوئی پیشمن نہیں ہوا۔





ترجمہ:

بھلا کیا ان لوگوں نے سوچا نہیں کہ یہ صاحب جن سے ان کا سابقہ ہے، (یعنی آنحضرت ﷺ) ان میں جنون کا کوئی شابہ نہیں ہے۔ وہ کچھ اور نہیں، بلکہ صاف صاف طریقے سے لوگوں کو منتبہ کرنے والے ہیں۔ (۱۸۳) اور کیا ان لوگوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت پر اور اللہ نے جو جو چیزیں پیدا کی ہیں ان پر غور نہیں کیا، اور یہ (نہیں سوچا) کہ شاید ان کا مقررہ وقت قریب آپنچا ہو؟ اب اس کے بعد آخر وہ کوئی بات ہے جس پر ایمان لائیں گے؟ (۱۸۵) جس کو اللہ گمراہ کر دے، اُس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، اور ایسے لوگوں کو اللہ (بے یار و مددگار) چھوڑ دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں ہٹکتے پھریں (۱۸۶) (اے رسول!) لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب برپا ہوگی؟ کہہ دو کہ: ”اُس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے۔ وہی اُسے اپنے وقت پر کھول کر دکھائے گا، کوئی اور نہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بڑی بھاری چیز ہے، جب آئے گی تو تمہارے پاس اچانک آجائے گی۔“ یہ لوگ تم سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے تم نے اُس کی پوری تحقیق کر

رکھی ہے۔ کہہ دو کہ: ”اُس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، لیکن اکثر لوگ (اس بات کو) نہیں جانتے۔“ (۱۸۷) کہو کہ: ”جب تک اللہ نہ چاہے، میں خود اپنے آپ کو بھی کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا، اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں اچھی اچھی چیزیں خوب جمع کرتا، اور مجھے کبھی کوئی تکلیف ہی نہ پہنچی۔ میں تو بس ایک ہوشیار کرنے والے اور خوشخبری سنانے والا ہوں، اُن لوگوں کے لیے جو میری بات مانیں۔“ (۱۸۸) اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اُسی سے اُس کی بیوی بنائی، تاکہ وہ اُس کے پاس آ کر تسکین حاصل کرے۔ پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانک لیا تو عورت نے حمل کا ایک ہلکا سا بوجھ اٹھالیا، جس لے کر وہ چلتی پھرتی رہی۔ پھر ب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں (میاں بیوی) نے اپنے پور دگار اللہ سے دعا کی کہ: ”اگر تو نے ہمیں تدرست اولاد دی تو ہم ضرور بالضرور تیرا شکر کیں گے۔“ (۱۸۹) لیکن جب اللہ نے ان کو ایک تدرست پچھے دے دیا تو ان دونوں نے اللہ کی عطا کی ہوئی نعمت میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانا شروع کر دیا، حالانکہ اللہ ان کی مشرکانہ باتوں سے کہیں بلند اور برتر ہے (۱۹۰) کیا وہ ایسی چیزوں کو (اللہ کے ساتھ خدائی میں) شریک مانتے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے، بلکہ خود ان کو پیدا کیا جاتا ہے؟ (۱۹۱) اور جونہ ان لوگوں کی کوئی مدد کر سکتے ہیں، اور نہ خود اپنی مدد کرتے ہیں (۱۹۲) اور اگر تم انہیں کسی صحیح راستے کی طرف دعوت دو تو وہ تمہاری بات نہ مانیں، (بلکہ) تم انہیں پکارو یا خاموش رہو، اُن کے لیے دونوں باتیں برابر ہیں (۱۹۳) یقین جانو کہ اللہ کو چھوڑ کر جن جن کو تم پکارتے ہو، وہ سب تمہاری طرح (اللہ کے) بندے ہیں۔ اب ذرا ان سے دعا مانگو، پھر اگر تم سچ ہو تو انہیں تمہاری دعا قبول کرنی چاہیے۔ (۱۹۴)

تفسیر

اولم يتفكروا ما بصحابهم من جنة..... الخ
 مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر ماننے کے بجائے کبھی معاذ اللہ آپ کو مجذون قرار دیتے
 ، کبھی شاعر یا جادوگر کہتے تھے۔ یہ آیت بتا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسے
 بے سرو پا تبصرے وہی کر سکتا ہے جو بے سوچ سمجھے بات کرنے کا عادی ہو۔ اگر یہ لوگ ذرا بھی غور کر
 لیں تو ان پر اپنے ان الراamat کی حقیقت واضح ہو جائے۔

ولو كنت اعلم الغيب لاسكترت من الخير..... الخ
 یعنی اگر مجھے غیب کی ساری باتیں معلوم ہو جایا کرتیں تو میں دُنیا کے سارے فائدے اکٹھے کر لیتا،
 اور کبھی مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی ، کیونکہ ہر کام کا انجام مجھے پہلے سے معلوم ہو جاتا۔ حالانکہ واقعہ ایسا نہیں
 ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مجھے غیب کی ساری باتوں کا علم نہیں دیا گیا، البتہ جو باتیں اللہ تعالیٰ مجھے وہی
 کے ذریعہ بتا دیتے ہیں، ان کا مجھے علم ہو جاتا ہے۔ یہ ان کا فروں کی بھی تردید ہے جو پیغمبر کے لیے
 ضروری سمجھتے تھے کہ اُسے خدائی اختیارات حاصل ہوں، اور ان لوگوں کو بھی تنبیہ ہے جو اپنے پیغمبروں کی
 تعظیم میں حد سے نکل کر انہیں خدا کا درجہ دے دیتے ہیں، اور جس شرک کو مٹانے کے لیے انہیاے کرام
 تشریف لائے تھے، ان کی تعظیم کے نام پر اُسی شرک کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ

”ایک جان“ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اور ان کی بیوی سے مراد حضرت حواء علیہا السلام۔

فَلَمَّا أَتَهُمَا صَالِحًا جَعَلَ اللَّهُ شَرَكَاءً..... الخ

اب یہاں سے حضرت آدم علیہ السلام کی ایسی اولاد کا ذکر ہے جس نے بعد میں شرک کا راستہ
 اختیار کیا۔



اسلام اور عدل والنصاف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَا يَسْمُعُ عَبْدًا وَاحِدًا

مثالی حکمران

خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم ﷺ معمول کے مطابق باہر سے آنے والے قبیلوں، مسافروں اور پردویسیوں کی خبرگیری کے لئے رات کے گشت پر نکلے ہوتے ہیں، مدینہ منورہ کی گلی کو چوں سے گذرتے ہوئے کھجوروں کے باغات میں نکل آتے ہیں، مدینہ منورہ دو طرف سیاہ پہاڑی سلسلوں سے گمرا ہوا ہے ایک کو مغربی حرہ اور دوسرے کو مشرقی حرہ کہا جاتا ہے، تیسرا جانب کھجور کے خوبصورت باغ دور تک پھیلے ہوئے ہیں، شہاںی جانب کھلا میدان ہے، اسی طرف سے مختلف سمتوں سے آنے والے لوگ مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہیں، راستہ میں مدینہ کی مشہور وادی عقیق ہے جس نے شعر و ادب میں بڑی محبوبیت اور مقبولیت حاصل کی، حضرت فاروق اعظم ﷺ باغات سے نکل کر شمال کی جانب مرجاتے ہیں، انکے ہمراہ حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ بھی ہیں، اچانک دونوں کی نظر ایک تاجر قافلہ پر پڑتی ہے، جس میں مردوں کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی ہیں، حضرت عمر ؓ حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں آؤ، آج رات ان کی پھرہ داری کریں، دونوں حضرات رات بھر جائیں اور نوافل نماز پڑھتے رہے، اسی اثنائیک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے، حضرت عمر ؓ آوازن کر اس بچے کی جانب جاتے ہیں اور بچہ کی ماں سے کہتے ہیں، خدارا اس بچے کے ساتھ اچھا سلوک کرو، ماں کو توجہ دلا کر اپنی جگہ واپس آگئے، تھوڑی دیر کے بعد رونے کی آواز پھر سنی پھر دوبارہ گئے اور ماں سے کہا کہ خیال رکھو، اور اس بچہ کو سلا دو، ماں کو فصیحت کر کے

اپنی جگہ پر واپس آگئے، رات کے آخری پھر بچے کے رونے سے پریشان ہو گئے، بچہ کی ماں کے پاس آ کر کہا کہ تم اچھی ماں نہیں لگتی ہو، آج رات اس بچہ کو آرام نہیں ملا اور یہ روتا ہی رہا، ماں کو معلوم نہ تھا کہ یہ صاحب امیر المؤمنین ہیں، اس نے غصتناک ہو کر جواب دیا کہ خدا کے بندے تم نے تو آج ہمیں نگ کرڈا تم کو اس سے کیا سروکار، میں اس بچہ کا دودھ چھڑا رہی ہوں اور وہ چھوڑ نہیں رہا ہے، انہوں نے نرمی سے دریافت کیا کہ ایسا کیوں کر رہی ہو اور آخر یہ زبردستی کیوں ہے؟ ماں نے جواب دیا کہ ایسا میں اس لئے کر رہی ہوں کہ عمر دودھ پیتے بچہ کو وظیفہ نہیں دیتے ہیں، صرف اسی وقت بچہ کا روزینہ مقرر کرتے ہیں جب وہ دودھ پینا چھوڑ دیتا ہے، فرمایا اس کی عمر کتنی ہے؟ جواب دیا اتنے ماہ کا، فرمایا خدا تمہارا بھلا کرے جلدی نہ کرو۔

حضرت فاروق عظیم رض کو اس واقعہ نے بے حد متاثر دول گرفتہ کیا فخر کی نماز کے دوران آنسو جاری رہے گریہ وزاری کی وجہ سے لوگ پورے طور پر ترأت نہ سمجھ سکے، سلام پھیرتے ہی فرمایا: بدلفیب عمر کتنے مسلمان بچوں کے قتل کا سبب بنا، ایک شخص کو مخاطب کر کے فرمایا جاؤ پکار کر اعلان کر دو کہ اے لوگو! اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو ہم ہر مسلمان بچے کے لئے پیدا ہوتے ہی وظیفہ مقرر کر دیں گے اور ملک کے سارے علاقوں اور صوبوں میں اس بات کی منادی کرادی گئی۔

یہ وہ خلیفہ اسلام ہیں جنہوں نے ایک ہاتھ سے کسری اور دوسرا ہاتھ سے قیصر کی سلطنتوں کو پاش پاش کر کے اسلام کی گود میں لا کر ڈال دیا جن کے نام سے اس دور کی معروف دنیا لرزائھی تھی، آئیے دیکھئے کس طرح وہ رات کو پھرہ داری کا کام انجام دیتے ہیں اور ایک بچے کے رونے پر تین بار اس کی ماں کے پاس جاتے ہیں اور خوشامد کرتے ہیں کہ اسے سکون سے سلاادے پھر عظمت انسانی کی اعلیٰ مثال ملاحظہ کیجئے کیا ہم اس طرح کی کوئی مثال پیش کر سکتے ہیں؟

آئیے! اس جیسی ایک اور اسلامی عظمت اور انسانی شفقت اور اعلیٰ اخلاق کی مثال ملاحظہ کیجئے۔

حضرت عمر رض آج شب میں پھر حسب معمول خبر گیری کے لئے نکلے ہوئے مدینہ منورہ کے ایک

کشادہ میدان سے گذر رہے ہیں، ناگاہ پالوں کا بنا ہوا ایک خیمہ ہے، اس کے اندر سے ایک عورت کے کراہنے کی آواز آرہی ہے، خیمہ کے دروازہ پر ایک آدمی فکر و تشویش میں ڈوبا ہوا بیٹھا ہے۔ حضرت عمرؓ آگے بڑھ کر اس شخص کو سلام کرتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ جواب ملتا ہے بدھی ہیں امیر المؤمنین سے تعاون اور امداد کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ پوچھا خیمہ کے اندر سے یہ آواز و کراہ کیسی ہے؟ وہ بدھی نہیں جانتا تھا کہ یہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ ہیں، کہا کہ میاں اپنا کام کروائی بات مت پوچھو جس سے تمہارا واسطہ نہ ہو، جاؤ خدا تمہارا بھلا کرے۔ حضرت عمرؓ نے بڑی محبت اور نرمی سے اصرار کر کے پوچھا، نہیں بتاؤ کیا بات ہے؟ تو اس نے بتایا کہ عورت کے بیہاں ولادت کا وقت قریب ہے اور درد زہ میں بنتا ہے، اس کے پاس کوئی نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ یہ سنتے ہی بڑی تیز رفتاری سے گھر واپس گئے اور اپنی اہلیہ حضرت ام کلثوم بنت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ خدا نے تمہیں ثواب کا ایک موقع دیا ہے، کیا ثواب حاصل کرنا چاہتی ہو؟ پوچھا کیا معاملہ ہے؟ ان سے اس بدھی کا حال بیان کیا اور پھر فرمایا اپنے ساتھ نومولود بچے کے لئے کچھ کپڑے اور عورت کے لئے تیل وغیرہ لے لو اور ایک پیتلی گھنی اور کچھ کھانے کا سامان بھی لے لو، اہلیہ سب سامان لیکر ٹکیں تو آپ نے پیتلی اور سامان وغیرہ خود اٹھایا اور وہ ان کے پیچھے پیچھے رو انہوں نے۔

بدھی کے خیے پر پہنچ، بیوی اندر داخل ہو گئیں اور خود بدھی کے پاس بیٹھ کر آگ جلانے اور کھانا پکانے لگے، بدھی بیٹھا ہوا دیکھتا رہا، اسے یہ علم نہ تھا کہ یہ کون ہیں؟ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمرؓ کی اہلیہ نے آواز دی کہ امیر المؤمنین! اپنے دوست کوڑا کے کی مبارکباد دے دیجئے۔ بدھی یہ سنتے ہی سنائے میں آگیا اور لرز کر دور جا کھڑا ہوا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اپنی جگہ پر بیٹھو اور گھبراو نہیں، پیتلی اٹھا کر اپنی بیوی کو دی اور کہا کہ عورت کو کھلا پلا دو، جب وہ کھا چکی تو امیر المؤمنین نے بدھی کے سپرد کی اور فرمایا کہ لوکھالو اور آرام کر لو تم رات بھر جا گتے اور بے آرام رہے۔

امیر المؤمنین کی اہلیہ خیمہ سے ٹکلیں تو آپ واپس ہونے لگے اس بدھی کو سلام کیا اور فرمایا کل ہمارے

پاس آنا ہم تمہارے ساتھ تعاون کریں گے۔

جب وہ شخص امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے اس کے بچے اور اس کے لئے وظیفہ مقرر فرمایا۔ دنیا میں فرمائز والوں اور حکمرانوں کی خدمتِ خلق اور مدد و تعاون کے اکاڈمیا واقعات مل سکتے ہیں مگر اس جیسا واقعہ شاید ہی مل سکے کہ رات کی تاریکی میں شہر کے گوشہ و گلی میں سربراہ مملکت عوام اور قوم کی خبر گیری کرنے کے لئے اپنی نیند اور آرام حرام کرے پھر اپنی بیوی کو ساتھ لیکر اس سے دایہ اور نس کا کام اور خود باور پی کی خدمت انجام دے اور اس وقت تک آرام و سکون نہ لے جب تک اس گھر اور خیمہ میں رہنے والوں کو آرام و سکون کی نیند سلانہ دے۔

آئیے! امیر المؤمنین کا ایک اور مشہور واقعہ پڑھتے چلتے:-

حسبِ معمول رات کے گشت میں مدینہ منورہ کی آبادی کے ایک کنارے نکل آتے ہیں، دفعتاً ایک آواز سنائی دیتی ہے، بیٹی جلدی اٹھو دودھ نکال کر اس میں تھوڑا پانی ملا دو، صبح ہونے جا رہی ہے۔ بیٹی کی آواز ابھرتی ہے، اماں جان! امیر المؤمنین نے دودھ میں پانی ملانے سے منع فرمایا ہے۔ ماں نے ڈانتے ہوئے کہا، ارے تو پانی ملا دے امیر المؤمنین یہاں کہاں دیکھ رہے ہیں؟ بچی نے اپنی پوری قوتِ ایمانی سے جواب دیا اماں جان! اگر امیر المؤمنین نہیں تو امیر المؤمنین کا آقا اور ہمارا مالک و مولیٰ تو دیکھ رہا ہے! امیر المؤمنین اس ایمان افروز جملہ کو سنتے ہی آگے بڑھتے ہیں اور اس گھر پر نشان لگادیتے ہیں اور تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے مسجدِ نبوی ﷺ میں داخل ہو جاتے ہیں، بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ خدائے عزوجل کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ایمان و امانت داریِ امتِ مسلمہ کی رگوں میں روائی دوال ہے، اتنے میں موذن فجر کی اذان دیتا ہے، حضرت فاروقؓ اعظم ﷺ سجدہ سے سراخاتے ہیں اور سنت میں مشغول ہو جاتے ہیں نماز کے بعد اپنے صاحبزادہ حضرت عاصمؓ کو بلا کر کچھ مشورہ کرتے ہیں، رات جس گھر پر نشان لگا آئے تھے اس کے متعلق کچھ معلومات کرتے ہیں اور آخر میں اس نیک بخت لڑکی سے اپنے صاحبزادہ حضرت عاصمؓ کی شادی کر دیتے ہیں، اس جیسی خدا ترس، دیانتدار، دیندار بچی کا اس سے بہتر اور کیا صلح ہو سکتا ہے؟ اسی بچی کے بطن سے آگے چل کر عمر بن عبد العزیزؓ پیدا ہوئے، جنہوں نے عصر اموی میں خلافت کی باغ

ڈور سنجھاں اور بہت ہی مختصر مدت میں عہد فاروقی کی یاد تازہ کردی ملوکیت کو خلافت میں، عیش و تمم کی زندگی کو فقر و درویشی میں تبدیل کر دیا، خدا ان سے راضی ہو اور امت مسلمہ کو ان کے نقش قدم پر چلنے اور احکام شریعت کو زندگی کے ہر گوشہ میں نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عدالت فاروق اعظم ﷺ

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق ﷺ کا دور خلافت ہے سلطنت عدالت، فوج اور انتظامیہ کی تنظیم ہو رہی ہے، ہر قدم پر اخوت مساوات اور عدل و انصاف پیش نظر ہے کوئی امتیاز، کوئی لحاظ نہیں ہے۔ ابو شمجہ نے نبیذ (جو کہ ایک محلول مقوی شربت ہوتا ہے) پی لی، جس سے کچھ مدھوٹی ہو گئی، حضرت عمر بن العاص ﷺ نے گھر کے اندر سزا دے دی، حضرت عمر ﷺ کو پتہ چلا تو تنیبیہ کی کہ اس کے ساتھ عام مسلمانوں والا سلوک کیوں نہ کیا جائے، پھر مدینہ منورہ والپ آنے پر آپ ﷺ نے خود سزا دی۔“

فائزبر، پلاسٹک، فارمیکاشیٹ

بنانے والے

وسیم الیکٹریک اسٹور

بجلی کے ہر قسم کا جملہ سامان مناسب داموں میں دستیاب ہے۔

شاہ فیصل کالونی، چورنگی نمبر ۳، کراچی 0213-4597307



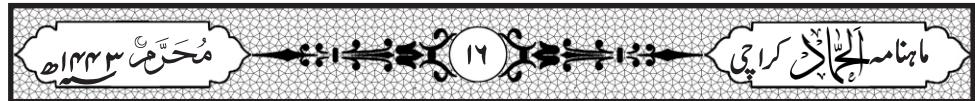
تمام مصادر سیرت میں قرآن کریم کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ قرآن کریم میں جہاں آپ علیہ السلام کے فضائل، اخلاق، رحمت، نماز، شب بیداری، دعاء، ذکر، تسبیح، بھرت، فضلے - صحابہ کرام سے تعلق اور عالی زندگی تک کا تذکرہ ملتا ہے وہیں ایک ایسے اہم موضوع کا بیان بھی موجود ہے جسے کے بارے میں دیگر تمام مصادر خاموش ہیں۔

اور وہ ہے آنحضرت ﷺ کی نفسیاتی کیفیات اور دلی جذبات و احساسات - قرآن کریم میں متعدد مقامات پر آپ علیہ السلام کے خلبان خاطر، بے چینی اور دل کی خلش کی تصویر کشی کی گئی ہے گویا اگر قرآن مجید نہ ہوتا تو شاید اس کے بارے میں ہم کچھ نہ جان پاتے۔ اور یہ موضوع اتنا اہم ہے کہ اس کے ذریعے سے آپ علیہ السلام اور آپ کی سیرت ظاہرہ کے مابین موازنہ ہو سکتا ہے جس کے نتیجے میں ہمارے دلوں میں موجود آپ کی صداقت و دیانت کا یقین اور زیادہ پختہ اور محکم ہوتا ہے اور آپ کے ظاہری طرز عمل اور انداز زندگی اور آپ کے باطن اور اندرونی وجود کے درمیان صحیح ربط کا اندازہ ہوتا ہے۔

چنانچہ ایمان نہ لانے والوں کے لیے آپ کے دل کی کڑھن اور حسرت کا ذکر ان الفاظ میں ہوا۔

لعلک باخع نفسک ألا يكون مومنين. (الشعراء: ۳)

ترجمہ: (اے پنیر) شاید تم اس غم میں اپنی جان ہلاک کیے جار ہے ہو کہ یہ لوگ ایمان (کیوں) نہیں لاتے۔



فلا تذهب نفسك عليهم حسرات. (فاطر: ۸)

ترجمہ: لہذا (اے پیغمبر) ایسا نہ ہو کہ ان (کافروں) پر افسوس کے مارے تمہاری جان
ہی جاتی رہے۔

فلعک باخع نفسک علی آثارهم ان لم يؤمنوا بهذا الحديث
اسفا۔ (کھف: ۲)

ترجمہ: اب (اے پیغمبر) اگر لوگ (قرآن کی) اس بات پر ایمان نہ لائیں تو ایسا لگتا
ہے جیسے تم افسوس کر کر کے ان کے پیچے اپنی جان گھلائیں گے
کفار مکہ کے ایمان نہ لانے کے سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو قلبی انقباض، دلی تنگی، افسوس
اور رنج و غم ہوتا تھا، ان آیات مبارکہ میں اس کا اظہار کیا گیا ہے۔ آپ علیہ السلام کفار کو اسلام میں داخل
کرنے کے لیے بے حد جانشنازی سے مسلسل کاؤشوں میں ہمہ وقت مصروف عمل رہتے تھے لیکن اس کے
باوجود کفار مکہ اپنی ہٹ دھرمی سے بازنہ آتے اور جہنم کا ایندھن بننے کے لیے بند رہتے بلکہ اس سے بڑھ
کر آپ کو مختلف طریقوں سے گزند پہنچانے کے درپے رہتے جس کی وجہ سے آپ کو شدید دکھ اور صدمہ
پہنچتا یہاں تک کہ بعض اوقات آپ کی حالت دیکھ کر یوں لگتا تھا کہ آپ شدت غم سے ان کے پیچے جان
ہار جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے محبت سے فرمایا کہ ان کے ایمان نہ لانے سے آپ
اس قدر غم نہ کریں، ان کو مون بانا آپ کے ذمہ نہیں ہے، آپ کے ذمہ تو صرف پیغام پہنچانا ہے سو آپ
نے اللہ کا کا پیغام ان تک بہت خوش اسلوبی اور جان فشانی سے پہنچا دیا۔ اب اگر وہ ایمان نہیں لائے تو یہ
ان کا قصور ہے۔ آپ بہر حال سبکدوش ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا وَأُولُو حَسَنَةٍ أَتَاهُمْ
نَصْرٌ نَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَّبِيِّ الْمُرْسَلِينَ ○ وَإِنْ كَانَ

كُبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْغِيَ نَفْقَاً فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلْمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيهِمْ بِآيَةٍ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَى فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ○

ترجمہ: ”اور حقیقت یہ ہے کہ تم سے پہلے بہت سے رسولوں کو جھلایا گیا ہے۔ پھر جس طرح انہیں جھلایا گیا اور تکلیفیں دی گئیں، اس سب پر انہوں نے صبر کیا، یہاں تک کہ ہماری مدد ان کو پہنچ گئی۔ اور کوئی نہیں ہے جو اللہ کی باتوں کو بدلتے اور (پچھلے) رسول کے کچھ واقعات آپ تک پہنچ ہی چکے ہیں۔ اور اگر ان لوگوں کا منہ موڑے رہنا تمہیں بہت بھاری معلوم ہو رہا ہے تو اگر تم زمین کے اندر (جانے کے لیے) کوئی سرگ یا آسمان میں (چڑھنے کے لیے) کوئی سیر ڈھونڈ سکتے ہو تو ان کے پاس (ان کا منہ مانگا یہ) مجھے لے آؤ۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے ہدایت پر جمع کر دیتا۔ لہذا تم نادانوں میں ہرگز شامل نہ ہوتا۔“

کفار مکہ وقتاً فوقاً آپ علیہ السلام سے نت نئے مججزات دکھلانے کا مطالبہ کیا کرتے تھے۔ آپ کے متعدد مججزات ان پر ظاہر ہو چکے تھے لیکن وہ پھر بھی محض ضد اور عناد کی وجہ سے عجیب و غریب فرمائشوں سے باز نہیں آتے تھے۔ اس پر کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ خیال ہوتا تھا کہ اگر ان کے فرمائشی مججزات میں سے کوئی مجھہ دکھا دیا جائے تو شاید یہ لوگ ایمان لا کر جہنم سے نج جائیں، اس آیت میں آنحضرت ﷺ سے مشفقاتہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ درحقیقت ان کے یہ مطالبات محض ہٹ دھرمی پر مبنی ہیں۔ یہ اگر ساری نشانیاں دیکھ بھی لیں گے تو بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ لہذا آپ ان کی فکر مت کیجئے۔ غرض اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات میں آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کی دلی کیفیات اور ذہنی حالات کو موضوع سخن بنایا گیا۔

قرآن مجید سے سیرت نبوی کے مطالعے اور استفادے کے لیے ضروری ہے کہ قرآنی تفاسیر بالمانور

کی طرف رجوع کیا جائے، جن میں مختلف آیات کی تفسیر میں باسند احادیث نقل کی گئی ہیں، ناسخ و منسوخ کا بیان ہے اور اسباب نزول کا مفصل تذکرہ ہے، البتہ یہ بات ذہن شین رہنی چاہیے کہ جن احادیث سے مفسرین استدلال کرتے ہیں وہ معیار کے لحاظ سے ایک جیسی نہیں ہوتی، بلکہ ان میں صحیح، حسن، ضعیف، نہایت کمزور اور غیر معتبر، ہر قسم کی روایات موجود ہیں۔ چنانچہ ضروری ہے کہ جرح و تعدیل کے اصولوں کے مطابق ان روایات کو پرکھا جائے اور انہی روایات کو لیا جائے جو ائمہ حدیث کے نزدیک صحیح یا کم از کم قابل جحت ہوں۔ ذیل میں تفسیر بالماثور کی چند اہم اور مشہور کتابیں درج کی جاتیں ہیں۔

جامع البيان في تفسير القرآن از محمد بن جریر الطبری (متوفی ۱۰۱۳)

زاد المسیر في علم التفسير از حافظ ابن الجوزی (متوفی ۵۹۲)

تفسیر القرآن العظیم از ابن کثیر (متوفی ۷۷۳)

بحر العلوم از أبواللیث السمرقندی (متوفی ۳۷۵)

الكشف والبيان از ابو اسحاق الشعلبی (متوفی ۷۳۲)

الجواهر الحسان في تفسير القرآن از عبد الرحمن النعابی (متوفی ۸۷۵)

لباب التاویل في معانی التنزیل از علاء الدین الخازن (متوفی ۷۳۱)

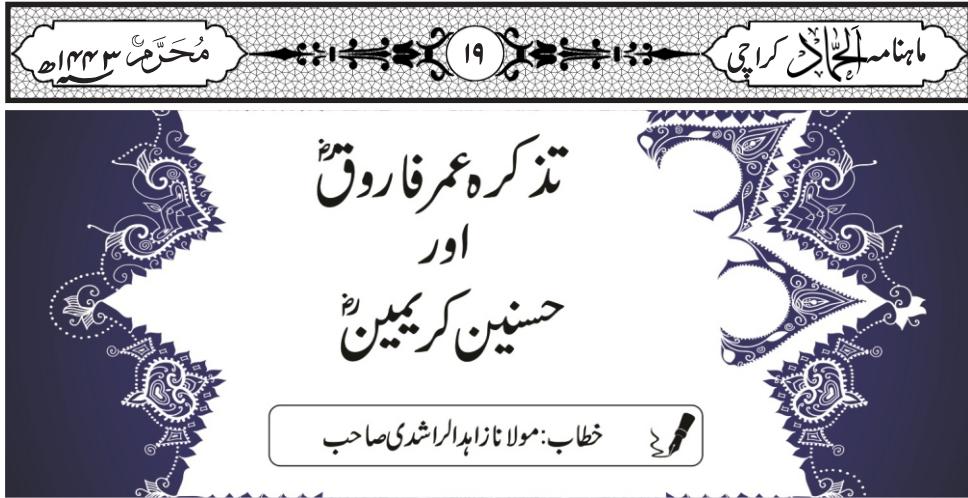
معالم التنزیل از حسین بن مسعود البغوي (متوفی ۵۱۶)

النکت والعيون از أبو الحسن الماوردي (متوفی ۳۶۰)

واضح رہے کہ محدثین نے بھی اپنی کتابوں میں تفسیری روایات کو یکجا کرنے کا اہتمام کیا ہے جیسے امام بخاری نے ”كتاب الشفیر“ کے عنوان سے، اسی طرح امام ترمذی نے ابواب التفسیر اور امام ابو داؤد نے ”اول كتاب الحروف يا ابو عيسى رملی کی روایت کے مطابق“ ”كتاب القراءت وما يروى عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم فیہا“ کے عنوان سے اپنی کتابوں میں تفسیری روایات کو یکجا کیا ہے۔

بعض محدثین نے مستقل طور پر تفسیر لکھی ہے اور صحابہ و تابعین سے منقول تفسیری روایات تک کو جمع

کر دیا ہے۔



بعد الحمد والصلوة۔ میرے لیے اور آپ سب حضرات کے لیے یہ سعادت کی بات ہے کہ عالم اسلام کی دو بزرگ شخصیات سیدنا حضرت فاروق اعظمؑ اور سیدنا امام حسینؑ کے تذکرہ کے لیے منعقد ہونے والے اس جلسہ میں ہم شریک ہیں اور ہمیں ان دو عظیم ہستیوں کے تذکرہ اور ان کی تعلیمات و ارشادات سے فیض یاب ہونے کا موقع مل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا مل بیٹھنا قبول فرمائیں اور بزرگان دین کی برکات سے دنیا اور آخرت دونوں جگہ ہمیں مالا مال فرمائیں، آمین یا رب العالمین۔

ہجمری سال کا پہلا مہینہ، محرم الحرام کا آغاز عام طور پر انہی بزرگوں کے تذکرہ سے ہوتا ہے اور ان ہی کی خدمات، قربانیوں اور فضائل کو ذکر کیا جاتا ہے۔ دونوں بزرگوں کی زندگیاں تاریخ کا اہم حصہ ہیں اور ہر ایک کے تذکرہ کے بیسیوں پہلو ہیں جن کا احاطہ مختصر مجلس میں ممکن نہیں ہے۔ اس لیے میں دونوں بزرگوں کی زندگیوں، خدمات اور قربانیوں کے بیسیوں پہلوؤں میں سے صرف ایک دو پہلوؤں پر کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔ جبکہ ان کے ساتھ ایک تیسرے بزرگ کا تذکرہ بھی شامل کروں گا اور وہ سیدنا امام حسنؑ ہیں۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ارشادات میں ان دونوں بھائیوں کو اکٹھا ذکر فرمایا ہے مثلاً ”سیدا شباب اہل الجنتة“ اور ”ہماری بیاناتی“ کہ یہ دونوں جنت میں نوجوانوں کے سردار ہوں گے اور یہ دونوں میرے چنستان کے دو پھول ہیں۔ ہمارے ہاں عام طور پر دونوں بھائیوں کا اکٹھے نام لیا جاتا ہے مگر حضرت امام حسنؑ کا تذکرہ کچھ زیادہ اہتمام کے ساتھ نہیں ہوتا۔ اس لیے میرا جی چاہتا ہے کہ تینوں

بزرگوں کا تھوڑا تھوڑا تذکرہ ہو جائے۔

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ اور سیدنا امام حسینؑ کے تذکرہ میں ایک قدر مشترک یہ بھی ہے کہ دونوں بزرگوں کی شہادت کا تعلق نماز سے ہے۔ حضرت عمرؓ پر نماز فجر کے دوران حملہ ہوا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ امیر المؤمنینؑ نے مسجد نبویؐ میں فجر کی نماز پڑھانے کا آغاز کیا، ابھی وہ اللہ اکبر کہہ پائے تھے کہ ابوالاؤ بھوی نے ان پر زہر یہی تخبر سے وار کر دیا جس سے وہ گر پڑے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے فوراً ان کی جگہ کھڑے ہو کر جلدی جلدی نماز مکمل کی۔ صحابہ کرامؓ کے ہاں نماز کی اہمیت کیا تھی؟ اس کا اس بات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ پچھلی صفوں والے کہتے ہیں کہ ہمیں صرف اتنا پتہ چل سکا کہ اللہ اکبر حضرت عمرؓ نے کہا تھا مگر قرائیت میں آواز بدل گئی تھی اور حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ فاتحہ کی قراءت کر رہے تھے۔ امیر المؤمنینؑ کے زخمی ہو کر گر پڑنے کے باوجود پہلے نماز کی تکمیل کی گئی۔

اس حوالہ سے ایک اور واقعہ بھی مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ زخمی حالت میں بستر پر تھے اور طبیب حضرات مایوسی کا اظہار کر رہے تھے، اس موقع پر ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنے زخمی والد محترم کو یاد دہانی کرائی کہ آپ کی فجر کی نماز ابھی باقی ہے۔ روایت میں ہے کہ دو مرتبہ حضرت عمرؓ کو ان کے کہنے پر تیم کرایا گیا لیکن وہ نماز شروع کرتے ہی پھر بے ہوش ہو گئے۔ مگر بیٹے کو آخر وقت تک یہی فکر رہی کہ کہیں میرے والد محترمؓ کے ذمہ فجر کی نماز باقی نہ رہ جائے۔

جبکہ حضرت امام حسینؑ کی تو شہادت ہی نماز کے دوران سجدے کی حالت میں ہوئی۔ ہم ان بزرگوں کا تذکرہ تو کرتے ہیں مگر ان کا یہ آخری سبق ہمیں کس حد تک یاد ہے اور ہم نماز کی پابندی کے حوالہ سے ان کی کتنی پیروی کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائیں۔

حضرت عمرؓ کا تاریخ میں یہ اعزاز ہے کہ انہیں انصاف اور عدل کی علامت سمجھا جاتا ہے اور وہ فی الواقع عدل اور انصاف کا سمبول تھے۔ آج مغرب کے مؤرخ بھی عدل و انصاف، گذگونش اور یلفیبر اسٹیٹ کے حوالہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت کا تذکرہ بطور آئینہ میں اور مثال کرتے ہیں۔

متحده ہندوستان کے دور میں ایک ایشیان کے بعد جب بعض صوبوں میں کانگریس کی حکومتیں قائم ہوئیں تو کانگریس کے سب سے بڑے رہنمایہ تھا مہاتما گاندھی نے اپنے اخبار "ہریجن" میں کانگریسی وزراء کے نام ہدایات تحریر کیں جن میں یہ بھی تھا کہ اگر انصاف اور عدل کے ساتھ حکومت کرنا چاہتے ہو تو ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی زندگیوں اور طرز حکومت کو سامنے رکھو اور ان کی پیروی کرو۔

برطانیہ کو ویفیر اسٹیٹ کی شکل دینے کے لیے ناداروں، مریضوں، کم آمدنی والوں، معذوروں، دیگر کمزور افراد، اور خاندانوں کو وظیفے دینے کا جو سسٹم وہاں شروع کیا گیا تھا، اور وہ ابھی تک جاری ہے، اس کے بارے میں خود برطانوی راہنماؤں کا کہنا ہے کہ اس کا بنیادی ڈھانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیت المال کے نظام سے لیا گیا ہے۔ جبکہ نادارے کے بارے میں روایت ہے کہ وہاں بچوں کو دیے جانے والے سرکاری وظیفے کا نام ہی "عمر الاؤنس" ہے، ان کا کہنا ہے کہ چونکہ یہ تصور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لیا گیا ہے اس لیے وظیفے کا نام بھی وہی رکھا گیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المال سے اپنے شہریوں کو جو وظیفے دیا کرتے تھے اس کے حوالہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ایک دلچسپ واقعہ مؤرخین نے بیان کیا ہے جس سے ان دو بزرگوں کے، جو پچھا بھیجا ہی لگتے تھے، باہمی تعلقات اور محبت و ادب کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت عمر نے وظائف میں درجہ بندی کر رکھی تھی جبکہ حضرت ابو بکرؓ اس درجہ بندی اور گرید سسٹم کے قائل نہیں تھے اور وہ بڑے چھوٹے یا فضیلت کا لحاظ کیے بغیر سب کو برابر وظیفے دیا کرتے تھے۔ مگر حضرت عمر نے درجہ بندی کر کے گرید سسٹم بنا دیا اور فضیلت کے حساب سے پانچ چھ درجے کر کے ان کے مطابق وظیفے دیا کرتے تھے۔ اسی تقسیم میں انہوں نے حضرت حسینؑ کا وظیفہ اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے زیادہ رکھا تھا جبکہ گرید سسٹم کے حوالہ سے وہ دونوں ایک ہی درجہ میں شمار ہوتے تھے۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنے والد محترم حضرت عمر فاروقؓ سے ایک موقع پر شکوہ کیا کہ آپ مجھے حسینؑ سے کم وظیفہ دیتے ہیں حالانکہ ہم دونوں کو برابر وظیفہ ملنا چاہیے۔ روایات میں ہے حضرت عمرؓ نے اس پر

نار انگکی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ تم حسینؑ کے ساتھ برابری کی بات کیسے کر رہے ہو؟ تم عمرؑ کے بیٹے ہو اور وہ رسول اللہ ﷺ کا نواسہ ہے۔ اگر آج تمہارا باپ امیر المؤمنین ہے تو حسینؑ کے نانا کی برکت سے ہے، اس لیے اس سوچ کو ذہن سے نکال دو۔

سیدنا حضرت حسنؑ اور سیدنا حضرت حسینؑ جناب نبی اکرمؐ کے نواسے اور رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پانے والے بچے تھے اور ان دونوں کی عظیم قربانیاں ہیں۔ حضرت حسنؑ کی قربانی یہ ہے کہ انہوں نے امت میں وحدت پیدا کرنے کے لیے اقتدار اور حکومت سے دستبرداری اختیار کی۔ وہ جب حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد خلیفہ بنے تو اس وقت کیفیت یہ تھی کہ ان کے پاس اور ان کے مقابل حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بڑی بڑی فوجیں تھیں، دونوں طرف لڑائی کا جذبہ موجود تھا اور جنگ کے امکانات دن بدن بڑھتے جا رہے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ بڑے متحمل مزاج بزرگ تھے، ان کے سامنے ان کے ایک دوست نے اس صورت حال کا ذکر کیا تو فرمانے لگے کہ لڑائی کی باتیں نہ کرو اگر خداخواستہ جنگ ہو گئی تو ہزاروں کی تعداد میں بچوں اور بیواؤں کو سنبھالنے والا کون ہوگا؟ انہوں نے داشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت حسنؑ کو صلح کا پیغام بھیجا اور پیشکش کی کہ وہ جو شرائط بھی عائد کریں گے وہ منظور کر لی جائیں گی۔ ادھر حضرت حسنؑ نے بھی کمال داشمندی سے کام لیا اور مناسب شرائط منوانے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ٹوٹی ہوئی امت کو جوڑ دیا اور اپنے نانا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری کر دی۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر جمعۃ المبارک کے خطبہ کے دوران اپنے نواسے کو گود میں لے کر یہ ارشاد فرمایا تھا کہ:

ان ابْنِي هَذَا سِيدٍ وَ سِيَاصِلْحِ اللَّهِ بَهْ بَيْنَ فَتَيَّنِ عَظَمَتِينِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

”میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں

کے درمیان صلح کرائیں گے۔“

حضرت حسنؑ نے اقتدار کی قربانی دے کر اور خلافت سے دستبردار ہو کر جناب نبی اکرم ﷺ کی اس پیشگوئی کی تکمیل کر دی۔ وہ کمزور نہیں تھے، اگر وہ لڑنا چاہتے تو بہت خوفاک جنگ پا ہوتی۔ دوسری طرف حضرت معاویہؓ بھی کمزور نہیں تھے اور بہت بڑا شکر رکھتے تھے۔ لیکن دونوں بزرگوں نے تحمل، بردباری اور حوصلے سے کام لیا جس سے ٹوٹی ہوئی امت جڑ گئی اور مسلمانوں کو پھر سے وحدت نصیب ہوئی۔

سیدنا حضرت حسینؑ کی قربانی بہت بڑی تھی اور بہت بڑے مقصد کے لیے تھی۔ انہوں نے صرف جان کا نذرانہ پیش نہیں کیا بلکہ اپنا خاندان ذبح کرادیا۔ لیکن انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ اس لیے کہ وہ یزید کو اس منصب کا اہل نہیں سمجھتے تھے جس پر اس سے پہلے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ فائز رہ چکے تھے۔ حضرت حسینؑ خلافت کے اس معیار کو قائم رکھنا چاہتے تھے اور اسی کے لیے میدان میں آئے تھے گویا حضرت عمر فاروقؓ نے محنت، ایثار، قربانی اور جرأت و حوصلہ کے ساتھ حکومت میں دیانت والیت کا جو معیار قائم کیا تھا حضرت حسینؑ کو اس میں کمی گوارا نہ تھی اور وہ اس طرز حکومت اور مزاج حکمرانی کو باقی رکھنے کے لیے اڑ گئے تھے تھی کہ انہیں اپنے خاندان سمیت جام شہادت نوش کرنا پڑا۔

آج ہمارے لیے ان تینوں بزرگوں کی زندگیوں اور خدمات میں سبق موجود ہے۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں تو ہمارے چیف جسٹس صاحب بھی فرماتے ہیں کہ اگر ملک میں کرپشن کو ختم کرنا ہے اور گذگورنس کا قیام عمل میں لانا ہے تو ہمیں حضرت عمر فاروقؓ کی پیروی کرنا ہوگی اور ان کے طرز حکومت کو اپنانا ہوگا۔ جبکہ حضرت حسنؑ کی زندگی ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ امت کی وحدت کے لیے بڑی سے بڑی قربانی سے دربغ نہیں کرنا چاہیے اور مسلمانوں میں اتحاد کے لیے ہر وقت محنت کرنی چاہیے۔ اسی طرح سیدنا حضرت حسینؑ کی قربانی اور شہادت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ظلم و جبر کے خاتمه اور عدل و انصاف کے قیام کے لیے ٹوٹ جانا ہی اہل حق کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے درجات بندے سے بند فرمائیں اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دیں، آمین یا رب العالمین۔



اسلامی تقویم کا آغاز محرم الحرام سے ہوتا ہے جو کہ اسی فطری نظام کائنات کے تحت جیسا کہ خالق کائنات نے مقرر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے!

إِنَّ عَدَةَ الشَّهْوَرِ عِنْدَ اللَّهِ الْأَثْنَى عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ حَلَقِ السَّمَاوَاتِ

وَالْأَرْضِ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الْدِينُ الْقَيْمُ (سورہ توبہ)

یقیناً مہینوں کی تعداد تو اللہ کے نزدیک بارہ ہے اللہ کی کتاب (لوح محفوظ) میں جس دن کہ پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور ان میں چار حرمت والے مہینے ہیں یہی سیدھا درست دین ہے۔

ان بارہ مہینوں کی ترتیب محرم سے شروع ہو کر ذی الحجه پر ختم ہوتی تھی اور چار مہینے محرم، ربیع، ذی القعده اور ذی الحجه اسہر حرم تھے جن میں قتل و قبال جائز نہیں تھا۔ اہل عرب ان چاروں مہینوں کی حرمت کا لحاظ و پاس کرتے تھے حالانکہ ریگستان عرب کے بدھوں اور بادیہ نشیں قبائل کی معیشت وزندگی کا دار و مدار عام طور پر لوٹ مار پر تھا قافلوں اور مسافروں کو لوٹنا ان کا مشغله تھا بلکہ روزی روٹی کے حصول کے لئے ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ پر حملہ آور ہوتا رہتا تھا اسی وجہ سے عرب کی سر زمین پر خون خرابہ قتل و قبال اور غارت گری کا ایک چلن تھا جو قبیلہ زیادہ جنگجو ہوتا تھا اس کی عظمت و شوکت تسلیم کی جاتی تھی مگر یہ تمام خون خرابے لوٹ پاٹ اسہر حرم میں موقوف کر دیئے جاتے تھے۔

اہل عرب اگرچہ چار کے عدد کا لحاظ کرتے تھے مگر قدرتی ترتیب کا پاس نہیں کرتے تھے چونکہ ذی الحجه اور محرم تین مہینے پے درپے حرمت والے منوع القتال پڑتے تھے اس سے ماہی وقفہ میں اکثر ان کے خورد و نوش کا سامان ختم ہو جاتا تھا خاص کر صحراء جنگ میں بنسنے والے منتشر بدودوں کے قبائل جن کا پیشہ ہی لوٹ مار تھا پھر وہ قبائل عرب بھی پریشان رہتے تھے جن کی عادت ہی دوسرے قبیلوں سے جنگ تھی۔ لہذا ان سب نے یہ ترکیب نکالی کہ حرمت والے مہینوں میں تقدیم و تاخیر کرنے لگے محرم کو موخر کر دیتے تھے اس سال پہلے صفر ہو گا اس کے بعد محرم کبھی ذی الحجه و ذی قعده وغیرہ کو ختم کر کے کوئی اور مہینہ بنا دیتے تھے تاکہ لوٹ مار آسان و حلال ہو جائے اسی کو قرآن پاک نے ائمماً النبی زیادۃ فی الکفر سے تعبیر کیا ہے۔

صاحب تفسیر جلالین ائمماً النبی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اى التاخير لحرمة شهر الى آخر كما كانت الجاهلية تفعله من تأخير
حرمة المحرم اذا اهل وهم فى القتال الى صفر.

یعنی ایک مہینہ کی حرمت کو دوسرے مہینہ کی طرف موخر کر دینا جیسا کہ دور جاہلیت کے لوگ محرم کی حرمت کو چاند دیکھنے کے بعد صفر تک موخر کر دیتے تھے اس وقت جب کہ وہ جنگ کر رہے ہوتے تھے ”اور ابھی ختم کرنے کے موڑ میں نہیں ہوتے تھے۔“

اسی کو شرح المواہب کے مولف نے اپنی اس عبارت میں نقل کیا ہے:

ذلک انہم کانوا يستحلون القتال فى المحرم لطول مدة التحرير بتوالى
ثلاثة شهر ثم يحرمون صفر مكانه .(از حاشیہ جلالین)

اس لئے کہ عرب والے محرم میں قتال کو حلال کر لیتے تھے۔ تحریم کی مدت کی طوالت کے پیش نظر پے درپے تین مہینوں کے آنے سے پھر اس کی جگہ صفر کو حرام کر لیتے تھے۔

اس تقدیم و تاخیر کے سبب ازل سے جو قدرتی ترتیب قائم چلی آرہی تھی بگزگئی تھی جس سال اللہ

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعۃ الوداع فرمایا تو آپ نے اپنے خطبہ میں پوچھا تھا کہ یہ کونسا دن اور کونسا مہینہ ہے صحابہ خاموش رہے کہ شاید کوئی تبدیلی کا اعلان ہوگا لیکن جب آنحضرت نے کہا یہ یوم نحر نہیں تو صحابہ نے عرض کیا بے شک پھر آپ نے فرمایا کیا یہ ماہ ذی الحجه نہیں ہے تو صحابہ نے عرض کیا بے شک اس کے بعد رسول خدا نے اپنا تاریخی جملہ ارشاد فرمایا کہ

إِنَّ الزَّمَانَ اسْتَدَارَ كَهْيَتَهُ يَوْمُ خَلْقِ اللَّهِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (خطبہ حجۃ

الوداع)

یقیناً زمانہ گھوم پھر کر اسی فطری ترتیب پر آگیا ہے جیسا کہ اللہ نے آسمان و زمین کی تخلیق کے دن ہیئت و ترتیب رکھی تھی۔

لہذا اسلام کے بعد قیامت تک یہی ترتیب رہے گی اور اسی ترتیب سے محرم الحرام اسلامی کلینڈر کا پہلا مہینہ ہے اسی نئے سال کا ہم والہانہ استقبال کر رہے ہیں یہ سال نو اللہ کرے کہ امت محمدیہ کی سربلندی اور دینی بیداری کا سال ہو۔

اسلامی کلینڈر کا آغاز ہجری سے کیوں

عیسوی مشی سال کے برعکس اسلامی قمری سال کا آغاز ولادت النبی کے بجائے ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنے میں زبردست حکمت و مصلحت ہے جب امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے اسلامی تقویم کا معاملہ آیا اور اسلامی سال شروع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے ہجرت کو معیار بنایا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی کمی زندگی، تعذیب و تکلیف ابتلاء و آزمائش، نفرت و عداوت، تعصیب و مخالفت سے دوچار ہونے مصائب و آلام، شدائند و محن کا سامنے کرنے میں گذری ہے قدم قدم پر مخالفت و معاندت ہوتی تھی، ظلم و ستم اور جبرا و استبداد کے پھاڑ توڑے جاتے تھے فتنہ انگریزیاں اور بہتان تراشیاں ہوتی تھیں، اسلام کے چراغ کو گل کرنے کی سازشیں، آفتاب رسالت کو

معدوم کرنے کے منصوبے بنائے جاتے تھے تیرہ سال تک جس قسم کے ہولناک مظالم کا سامنا فدا کاران محمد اور مظلومانِ اسلام نے کیا اس کو پڑھ کر سن کر دل لرزنے لگتا ہے زندگی کیا تھی بس درندوں، وحشیوں کے درمیان انسانیت، شرافت، عزت پس رہی تھی جب قوت برداشت نہ رہی، پیانہ صبر چکلنے پر آمادہ تھا اور پائے استقامت میں تزلزل کا خطرہ پیدا ہو گیا تو اللہ رب العزت نے مکہ چھوڑ کر دوسرے شہر مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیدیا، اہل ایمان نے اللہ و رسول کے سرمایہ کو بچانے کیلئے دولت و ثروت اور جاگیر و جائداد مادی سرمایہ جوش و شوق سے چھوڑنا گوارہ کر کے اپنی ایمانی صلابت اور اللہ و رسول سے سچی محبت کا ثبوت دیا ہجرت کے بعد مدنی زندگی شروع ہوتی ہے جو انصار مدینہ کی مہاجرین و اسلام کی قدم قدم پر نصرت واعانت اور حق کیلئے ایثار و قربانی سے عبارت ہے دنیا نے مکہ میں اپنوں کی ستم ظریفیاں اور دشمنیاں دیکھی تھیں تو مدینہ میں غیروں کی محبتیں والغتیں بھی دیکھ رہے تھے۔ مکہ میں تکذیب و تفحیک تھی تو مدینہ میں تصدیق و تقریب بھی، مکہ میں نفرت وعداوت تھی تو مدینہ میں محبت و اخوت تھی، مکہ میں بندش و رکاوٹ تھی تو مدینہ میں آزادی عمل اور حریت تبلیغ تھی۔ مکہ میں بائیکاٹ قطع رحمی تھی تو مدینہ میں جوڑنا اور صلح رحمی تھی۔ مکہ میں شعلہ باری تھی تو مدینہ میں گل پاشی تھی۔ مکہ سے اخراج تھا تو مدینہ میں والہانہ استقبال ہو رہا تھا۔ گویا ہجرت النبی اسلام کی نشر و اشاعت اور دین کی دعوت و تبلیغ کا مرکز اولین تھا، مسلمانوں کے اتحاد ملت اور اتفاق امت کا محور تھا یہیں سے اسلام کی دعوت کا پرچم بلند ہونا شروع ہوا اور مسلمانوں میں شوکت کے دور کا آغاز ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سچے کے مخلص اصحاب ملے جنہوں نے اپنی جانیں قربان کر کے بانی اسلام کی حفاظت فرمائی آپ کے ادنی سے اشارے پر فخر و ناز سے اپنی گرد نیں کثوا کیں، آپ کی محبت میں اولاد و اقارب کی محبت کو قربان کر دیا پھر بھی کہا ”حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا، اسی لئے تو آقا مدنی (فداہ ابی و امی) صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ کی ناز برداری فرمائی ہے ان کے حق میں خیر و برکت کی دعا میں دیں اور خلفاء راشدین سے فرمایا ہے کہ انصار سے اگر کہیں لغزش بھی

ہو جائے تو مواخذہ مت کرنا اس لئے کہ انہوں نے میری اور اسلام کی اس وقت مد کی تھی جب کہ اپنوں نے نکال دیا تھا۔ آپ نے یہ تاریخی جملہ انصار کیلئے ارشاد فرمایا لو لا الہ جرۃ لکنٹ امرأ من الانصار (۱) الانصار شعاع والناس دشائی کہ اگر ہجرت مقدر نہ ہوتی تو میں انصار مدینہ کا ہی ایک فرد ہوتا۔ انصار شعاع یعنی اصل میں اور تمام لوگ دشائی کی وقت ساتھ والے ہیں۔

یہی وہ حکمتیں و مصلحتیں ہیں جن کے باعث ہجرت کو معیار بنایا گیا کہ اس سے اسلامی عظمت کا آغاز ہوتا ہے اسلامی اتحاد کی ابتداء ہوتی ہے اور اسلامی اخوت و مساوات کی شروعات ہوتی ہے۔

ماہ محرم کی اہمیت و فضیلت

ماہ محرم الحرام کی تاریخی اہمیت مسلم ہے احادیث و روایات اور آثار سے اس کے فضائل و برکات ثابت ہیں روایات کی روشنی میں اسی محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی تخلیق فرمائی۔ یوم عاشوراء ہی کو جنت پیدا فرمائی۔ یوم عاشوراء ہی کو سفینہ نوح جو دی پہاڑ پر ٹھہرا۔ یوم عاشوراء ہی کو حضرت موسیٰ اور ان کی قوم نے فرعون سے نجات حاصل کی اور اللہ نے فرعون اور اس کے شکر کو غرق کیا۔

یوم عاشوراء کا روزہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کے بعد بہترین روزہ محرم کا روزہ ہے اور فرض نماز کے بعد بہترین نماز تہجد کی نماز ہے۔ (مسلم شریف، ریاض الصالحین)
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرم کی دسویں تاریخ کو خود بھی روزہ رکھتے تھے اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے (بخاری و مسلم)

ماہ محرم اور تاریخی حوادث

اگر ایک طرف محرم فضائل و برکات کا مہینہ ہے تو اسی کے ساتھ اس مہینہ سے بہت سے دردناک تاریخی حوادث واقعات وابستہ ہیں جن کی کربناکی سے امت مسلمہ کا ہر فرد بے چین و مضطرب ہو جاتا ہے

اور تاریخ اسلام کا صفحہ محرم الحرام مظلومان کربلا کے لہو سے تر بت نظر آتا ہے اہل بیت کی اولوالعزمی سیدنا حسین سردار نوجوانان جنت کی ایمانی صلابت۔ حق گوئی و بے باکی۔ صبر و تحمل، عزیمت واستقامت کی داستان ہر مسلمان کو عزم و حوصلہ اور باطل کے سامنے سینہ پر رہنے کی ہمت بخششی ہے تو دوسرا یہ جانب یزیدی فوج کی سنگدلی، بے رحمی، بے حسی اور جبرا استبداد، خاندان رسول کی بے حرمتی، اہل بیت کی بے عزتی اور مظلومان کربلا کی تذلیل و تحقیر اور ان کو ناقص تہبہ تشیع کرنے کی چنگیزی حرکات سے اسلام کی روشن تاریخ داغدار دکھائی دیتے ہے واقعہ کربلا میں دغا بازی، بے وفائی اور غداری کی عبرت انگیز داستان بھی ہے کہ کس طرح آج شہادت حسین کے نام ماتم وغم منانے والے شیعہ حضرات نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو خطوط لکھ کر کوفہ بلایا تھا پھر مصیبت میں آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا حضرت مسلم اور ان کے دو صاحبزادوں کے خون سے اپنا ناپاک ہاتھ رنگنا غداری بے وفائی کی بہت ہی المناک گھناؤنی تاریخ ہے جس کے حرف حرف سے مکروہ فریب کی بدبو پھیلتی ہے پھر بھی واقعہ کربلا اور شہادت حسین کو اہل رفض و تشیع نے اتنا بدل ڈالا ہے اور اپنے فاسد عقائد میں ایسا رنگ دیا ہے کہ سچائی ہزاروں پردوں میں چھپ گئی ہے۔ تعریفی داری، ماتم اور مرثیہ خوانی نے غم حسین کو ایسا رنگ دیدیا ہے کہ محرم الحرام کا یہ واقعہ کرب والم، ایک جشن بنادیا گیا ہے من گھڑت واقعات کو اشعار میں بیان کر کے مرثیہ خوانی سے خانوادہ رسالت اور اہل بیت کی نعوذ باللہ تحقیر ہوتی ہے کاشانہ نبوت اور حرم حسین کی پاکیزہ صفات پاک دامن عفت مآب خواتین کو سینہ کوبی اور آہ و بکا کرتے ہوئے دکھایا جاتا ہے نوحہ کرتے روتے بلکتے چاک گریباں کرتے اور بالوں کو نوچتے چلاتے دکھایا جاتا ہے سکینہ و نینب کوزیب داستان بناؤ کر مرثیہ خوانی ہوتی ہے۔

ان سے بڑھ کر مشرکانہ اعمال ہوتے ہیں حسین کی شبیہ بنائی جاتی ہے تعریفی کے نام پر قبر بنا کر اس کا جلوس نکالا جاتا ہے اور ان سب حرکات کو اسلام کا نام دیا جاتا ہے بالکل وہی افعال و اعمال شیعہ حضرات کی طرف سے ہوتے ہیں جس طرح دسہرہ و دیوالی کے موقع پر برادران وطن ہندو لوگ اپنے دیوی دیوتا کی مورتیاں تیار کر کے جھانکی بناتے ہیں گشت کرتے ہیں پوچھتے ہیں پھر دریا میں برد کر آتے ہیں یہی حال تعمیوں کا ہے کہ گشت کرتے ہیں ماتم کرتے ہیں تماشے ہوتے ہیں سینہ کوبی اور نوحہ خوانی ہوتی ہے میلہ

سالگتا ہے رنگ برلنے جھنڈے جھنڈیاں اور قسم قسم کی شکل و صورت بنائی جاتی ہے پھر مصنوعی کربلا کے گھرے کنوں میں دفن کر آتے ہیں۔

شہادت فاروق اعظم

میں نے واقعہ کربلا کے تاریخی پس منظر میں جانے اور اس کی پر خار تاریخی وادی میں سفر کرانے کے بجائے صرف اصل بات کو سامنے رکھا ہے کیونکہ شیعی روایات نے واقعہ کربلا کو اتنا مسخ کر دیا ہے کہ حقیقت سامنے لانے میں بہت ہی زیادہ تحقیقات اور ہزاروں صفحات کی ضرورت ہے۔ شہادت حسین سے پہلے اسی ماہ محرم کی پہلی تاریخ کو امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کا عظیم سانحہ پیش آیا، وہ عمر جن کی شہادت یقیناً واقعہ کربلا سے زیادہ دردناک ہے اسلئے کہ اسلام کو رفت و عظمت کی بلندیوں تک پہنچانے والے عمر فاروق تھے جن کو برادر رسول اور مطلوب اسلام ہونے کا شرف حاصل ہے جن کے سایہ سے بھی شیطان بھاگتا تھا اور جن کی ذات میں خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو صفات نبوت نظر آتی ہیں کہ ارشاد ہوتا ہے:

لوکان بعدی نبی لکان عمر (مشکوہة مناقب عمر)

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو یقیناً عمر ہی نبی ہوتے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عند اللہ مقبولیت کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تقریباً ۲۳ مواقع پر عمر کی عین خواہش کے مطابق آیت قرآن نازل فرمائی ہے جن کو موافقات عمر کہا جاتا ہے۔ عمر کی عظمت کا سکتہ مہاتما گاندھی کے دل میں ایسا بیٹھا تھا کہ آزادی کے بعد گاندھی جی نے کانگریسی لیڈر ان سے کہا تھا کہ تم اسی صورت میں کامیاب حکمران بن سکتے ہو جب کہ عمر کو اپنا آئیڈیل بناؤ گے۔ (دیکھئے کتاب محمد، قرآن اور اسلام غوروں کی نظر میں)

نوحہ و ماتم اور تعزیہ سازی کی رسم کہاں سے اور کب سے؟

بات چل رہی تھی دس محرم تک شیعہ حضرات کی مختلف رسومات اور ماتم، نوحہ، تعزیہ وغیرہ کا جو

شہادت حسین اور واقعہ کربلا کے پرده میں ہورہا ہے تعریف سازی کی رسم کب سے اور کیسے شروع ہوئی اس سلسلہ میں مستند ترین شخصیت، فخر الحمد شیخ ابوالماثر حضرت مولانا حبیب الرحمن محمدث عظی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعة نے جو تحقیق فرمائی ہے اس سے بہتر کوئی دوسری تاریخی روایات نہیں ملتیں حضرت محمدث عظی رحمۃ اللہ علیہ نے شیعوں کے ایک رسالہ ”عزاداری کی تاریخ اور اسکا اثبات سنی نقطہ نظر“ کا جواب ابطال عزاداری کے نام سے دیا ہے جو دارالمبلغین کے ترجمان الداعی جلد ۲ بابت ماہ جمادی الآخر ۱۴۳۱ھ کے شمارہ میں شائع ہوا تھا۔ شیعہ مولف نے اپنے رسالہ ”عزاداری کی تاریخ“ کے بارے میں لکھا ہے کہ عزاداری کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ میں نے اپنے رسالہ میں اس نظریہ علماء اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کیا ہے (میں اسی کو بنیاد بنا رہا ہوں حضرت ابوالماثر کی تحقیق لکھتا ہوں) شیعہ مولف رسالہ نے لکھا ہے شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد عزاداری بمعنی گریہ و ماتم کی ابتداء یزید کے گھر سے ہوئی (ص ۵) ملا باقر مجلسی ایک زبردست شیعہ مجتهد ومصنف ہیں وہ اپنی کتاب جلاء العيون ص ۳۲۵ میں لکھتے ہیں:

جب اہل بیت حسین، یزید کے محل میں داخل ہوئے تو اہل بیت یزید نے زیور اتار کر لباس ماتم پہننا۔ صدائے نوح و گریہ بلند ہوئی اور یزید کے گھر میں تین روز تک ماتم رہا۔

اسی طرح ناسخ اتواریخ ص ۸۷۲ اور متنج ص ۸۲۳ میں اس ماتم کا ذکر ہے۔

پھر شیعہ مولف رسالہ میں لکھتا ہے: حضرت حسین کی شہادت کے بعد تین سو برس تک عشرہ محرم میں رونے پیٹنے کی رسم کا کہیں وجود نہ تھا ۲۵۳ھ سب سے پہلے معززالدولہ ولیی نے صرف دسویں محرم کو بغداد میں حضرت حسین کے ماتم کرنے کا حکم نافذ کیا اور اس کے بعد ۳۶۳ھ میں المعزلدین اللہ فاطمی نے مصر میں بھی حکم جاری کیا۔ (ص ۱۱-۰۱)۔

ہندوستان میں چھٹی صدی ہجری تک گریہ ماتم کا کہیں وجود نہیں ملتا۔

ہندوستان کے سوا دنیا میں کہیں بھی تعزیہ نہیں بنتے اور ہندوستان میں بھی آٹھویں صدی تک اسکا کوئی نشان نہیں ملتا۔ (ص ۰۳-۱۳)

یہ تمام عبارتیں شیعہ مولف کے رسالہ کی ہیں جس کے بارے میں اس کا دعویٰ ہے کہ یہ اہل سنت علماء کی کتابوں سے اخذ ہیں۔

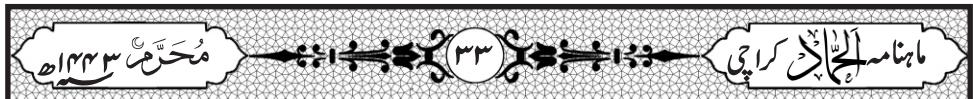
ابوالماڑ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معز الدلوٰۃ ویلمیٰ نہایت عالیٰ شیعہ بلکہ تمہاری راضیٰ تھا اور المعز لدین اللہ فاطمی ایک مجوسی لنسل بے دین راضیٰ تھا۔ جس رسم کی بنیاد یزید نے ڈالی ہو اور معز الدلوٰۃ والمعز نے اس کو ترقی دی ہو ظاہر ہے کہ ایک غیرت مند سنی کو اس سے جس قدر نفرت ہو گی کم ہے بھی وجہ ہے کہ مصر و شام، ایران و افغانستان وغیرہ یہ رسم صرف شیعہ ادا کرتے ہیں جیسا کہ شیعہ مولف نے ص: ۹۱ میں خود تسلیم کیا ہے ”مصر و ایران وغیرہ میں عزائے حسین صرف شیعان علی سے مخصوص ہے۔“

ابوالماڑ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ہمایوں کے زمانہ میں بھی ماتم کا کوئی تاریخی ثبوت موجود نہیں لیکن اگر ہوتا رہا ہو اس کی وجہ بھی صرف یہی ہو سکتی ہے کہ اس وقت ایرانی شیعہ ہندوستان میں آکر آباد ہو گئے ایرانیوں کی امداد کی وجہ سے ہمایوں بھی ان شیعوں کی ولد ہی کرتا تھا چنانچہ شیعہ مولف کے رسالہ میں بھی اس کے اشارات پائے جاتے ہیں دیکھو، ص: ۵۳۔

بہر حال اب تک تھوڑی بہت جہاں یہ رسم ہوتی تھی صرف شیعوں کے ساتھ مخصوص تھی سنیوں کی شرکت کا کوئی ثبوت نہیں ہے ہاں جب وہ زمانہ آیا جب بقول مولف تمام اطراف ہند میں شیعہ حکمران تھے اس وقت ان کے حکمرانوں نے حکومت کے زور سے تعزیہ داری و ماتم کی ترویج کی اور سنیوں کو نجھر واکراہ تعزیہ دار بنایا جیسا کہ ص ۸۳ و ۹۳ کی عبارت اس کی غمازی کر رہی ہے۔

تعزیہ سازی کا آغاز

یہ تو ابھی صرف گریہ و ماتم اور نوحہ وزاری کی تاریخ ہے ابھی تعزیہ داری کو لیجئے تو یہ ایک ایسی بدعت ہے کہ ہندوستان کے سوا کسی جگہ کسی عہد میں اس کا نام و نشان نہیں پایا جاتا اور ہندوستان میں بھی خود



مولف کے بیان کے مطابق قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے زمانہ تک (یعنی نویں صدی ہجری تک) (اس کا پتہ نہیں چلتا، تاریخیں، سفرنامے اور دوسرے مظاہن کل کے کل خاموش ہیں تیمور لنگ کو اس کا موجہ قرار دینا عامیانہ روایت پر ہی ہے مولف خود تصریح کرتا ہے کہ اس کا تاریخی ثبوت اب تک فراہم نہیں کیا جاسکا ہے (ص ۱۲ رسالہ عزاداری کی تاریخ)۔

بہرحال عالمگیر کے زمانے سے پہلے تعریف کا کہیں ذکر نہیں ملتا اور عالمگیر کے عہد میں صرف ایک تابوت بنانے کا ذکر جن صاحب نے لکھا ہے وہ غالی شیعہ تھے جیسا کہ مولف نے خود ہی لکھا ہے دیکھو ص ۳۲ و ۹۳ عزاداری کی تاریخ۔

مضمون کے آخر میں محدث عظیم ابوالمأثر رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:
ناظرین غور فرمائیں کہ شیعہ مولف نے ماتم و تعریف کی جو تاریخ بیان کی ہے اس میں شیعوں کے سوا کسی دوسرے کا نام نہیں آتا لیکن رسالہ کی تمہید میں لکھتے ہیں کہ ”یہ رسم فرقہ اہلسنت سے زیادہ وابستہ ہیں“ یہیں سے آپ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ شیعوں کے مذہب میں سچائی کی کتنی قدر و قیمت ہے۔

تعزیہ داری حرام ہے

حضرت مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
تعزیہ داری درعشرہ محرم و ساخن ضرائج و صورت وغیرہ درست نیست زیرا کہ تعزیہ داری عبارت از ایں سنت کہ ترک لذائذ و ترک زینت کند و صورت محروم و غمگین نمایند یعنی مانند صورت زنان سوگ دارند بنشینند و مرد رائج از ایں قسم درشرع ثابت نشود (فتاویٰ عزیزی ص ۲۷ مطبوعہ دہلوی)
(عشرہ محرم میں تعزیہ داری اور تعزیے یا قبروں کی صورت بنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ تعزیہ نام ہے اس بات کا کہ لذیذ چیزوں اور زینت کو ترک کر دے اور شکل و صورت غمگین و محروم بنائے یعنی سوگ والی عورتوں کی طرح بیٹھے، مرد کو یہ بات کسی موقع پر شریعت سے ثابت نہیں ہے۔)

تعزیہ داروں کی مجلس میں حاضر ہونا جائز نہیں

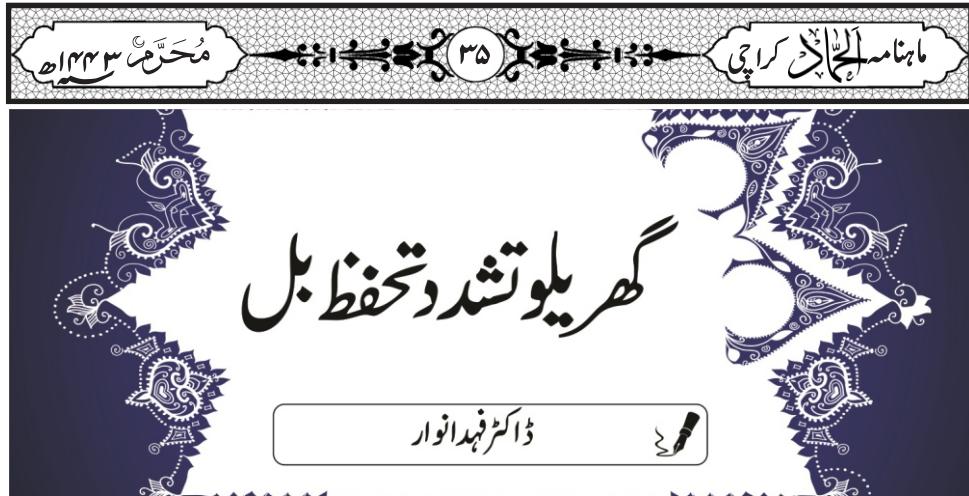
دران مجلس بہ نیت زیارت و گریہ زاری حاضر شدن ہم جائز نیست

زیرا کہ آنجا زیارت نیست کہ جائے او حاضر شود این چوبھا کہ ساختہ
او ہستند قابل زیارت نیستند بلکہ قابل ازالہ اند چنانچہ در حدیث شریف
آورہ مَنْ رَأَى مُنْكِرًا فَلَا يَغِيرُه بِيَدِه فَإِنْ لَمْ يُسْتَطِعْ فَبِلْسَانِهِ فَإِنْ لَمْ
يُسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَافُ الْإِيمَانِ (رواه مسلم) و در مجلس تعزیہ
داری رفتہ و مرثیہ و کتاب شنید اگر در مرثیہ و کتاب احوال واقعی نیست
بلکہ کذب و افتراء و تحریر بزرگان در ذکر پس شنیدن این چنین مرثیہ
و کتاب بلکہ دریں قسم مجلس حاضر شدن ہم روانیست (فتاویٰ
عزیزی ص ۷۳ مطبوعہ دہلی)

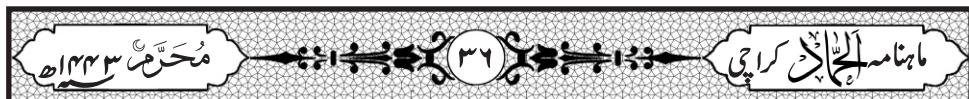
(اس مجلس میں گریہ وزاری کی نیت سے جانا بھی جائز نہیں ہے اسلئے کہ وہاں زیارت کی چیز نہیں
ہے کہ اسکے لئے حاضر ہو یہ لکڑیاں جو اسی کی بنائی ہوئی ہیں زیارت کے قابل نہیں ہیں بلکہ مٹانے کے
قابل ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جو شخص کوئی غیر شرعی چیز دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹادے، اس کی
طااقت نہ ہو تو زبان سے اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے، اور
تعزیہ داری کی مجلس میں مرثیہ و کتاب سننا تو اگر مرثیہ و کتاب میں واقعی حالات نہ ہوں بلکہ کذب و افتراء
اور بزرگوں کی تحقیر ہو تو ایسا مرثیہ و کتاب سننا بھی جائز نہیں ہے۔)

یہ ایک تلنخ حقیقت اور مشاہدہ ہے کہ ہندوپاک اور بگلہ دیش میں سینیوں کی آج ایک بہت بڑی
تعداد تعزیہ داری اور سینہ کوپی اور نوحہ خوانی کی مشرکانہ رسم میں بمتلاء ہے اور بہت فخر سے خود کو اہل سنت
والجماعت کے لقب سے یاد کرتی ہے اللہ ان کو ہدایت دے نیز تعزیہ داری کے جلوں میں مسلمانوں کی
بڑی تعداد تماشہ بین کی حیثیت سے موجود ہوتی ہے جبکہ اس سے اجتناب ضروری ہے۔





19 اپریل 2021ء کو وزیر برائے انسانی حقوق شیریں مزاری صاحبہ کی طرف سے قومی اسمبلی میں گھر بیو تشد د تحفظ بل کے نام سے ایک بل پیش کیا گیا۔ بعد میں 21 جون 2021ء کو سینٹ میں اس بل کو منظور کیا گیا۔ بل کی متعدد شقتوں پر ملک بھر کے اہل علم اور عوام کو شدید تحفظات تھے، جس سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ یہ بل پاکستان کے چند آزاد خیال صاحبانِ اقتدار کی سوچ کا عکاس ہے اور ملک کا ایک بڑا طبقہ اس کے خلاف ہے۔ دینی سیاسی جماعتوں کے نمائندگان اور علمائے کرام کی رعایت میں کی جانے والی تقریروں کے نتیجے میں وزیر اعظم کے پارلیمانی مشیر با بر اعوان صاحب کے مشورے سے اس بل کو اسلامی نظریاتی کو نسل کی طرف بھیج دیا گیا تاکہ اسلامی نقطہ نظر سے بل پر رائے دے۔ یہ پہلا موقع نہیں کہ اسلامی نظریاتی کو نسل کے پاس اس قسم کا مسودہ بھیجا جائے۔ ایسے بل ماضی میں بھی بنتے رہے ہیں، لیکن اسلامی نظریاتی کو نسل کی سفارشات پر کما حقہ عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ اس بل میں وہ کیا خرابیاں ہیں، جن کی وجہ سے اس بل کو بھرپور تقيید کا سامنا ہے، اس کا سیدھا سادھا جواب تو یہ ہے کہ یہ بل متعدد ایسی شقتوں پر مشتمل ہے، جو قرآن کریم، تعلیمات نبوی اور آئین پاکستان کے خلاف ہیں۔ اس کی بعض باتیں وضاحت طلب ہیں اور قرآن و سنت کی روشنی میں ان کی وضاحت ضروری ہے۔ پاکستان ایک اسلامی جمہوریہ ہے اور اس کا آئین، اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ کو قرار دیتا ہے۔ یہ آئین حکومت کو ایسے اقدامات کا پابند بناتا ہے، جو شہریوں کو کتاب و سنت کے نظام کے مطابق اپنی زندگیاں



گزارنے میں آسانیاں پیدا کر دیں، لہذا ہر ایسا قانون اور بل جو کتاب و سنت کے خلاف ہوگا، آئین پاکستان کی رو سے وہ مسترد قرار دیا جائے گا۔

قبل اس کے کہ دینی اور شرعی نقطۂ نظر سے اس بل کا جائزہ لیں، ہم اسلام کے خاندانی نظام کو مختصرًا ذکر کریں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ گھریلو تشدد تحفظ بل کا سب سے زیادہ اثر عائی نظام (Family System) پر پڑتا ہے۔ اس کے مضرات کے نتیجے میں گھریلو معاشرہ افراتفری کا شکار ہوتے دکھائی دیتا ہے، اور یوں یہ اس معاشرتی اپری کی تمهید معلوم ہوتا ہے، جس کے عطا کردہ زخمیوں سے آج اقوام مغرب کا جسم چور چور ہے۔

اسلامی نظام حیات میں گھریلو زندگی اور خاندانی نظام کو امتیازی شان حاصل ہے۔ چنانچہ خالق ارض و سماوات نے اپنی عبادت کے بعد فوراً ہی والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا:

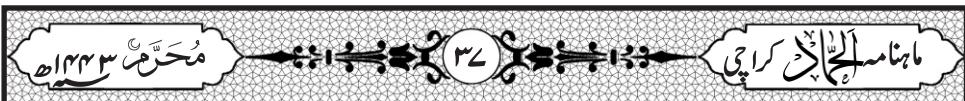
﴿وَقَضَى رَبُّكَ أَلَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيمَانًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغُنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَّاهُمَا فَلَا تَنْقُلْ لَهُمَا أَفْ وَلَا تَنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا فَوْلًا كَرِيمًا﴾ [الإسراء: 23]

”اور آپ کے رب نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں، تو انہیں اُف تک نہ کہنا اور انہیں نہ جھٹکنا، اور ان سے نرمی سے بات کرنا۔“

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا﴾ [العنکبوت: 8]

(اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے اچھے سلوک کی وصیت کی ہے)

نبی اکرم ﷺ نے باپ کی رضامندی کو اللہ کی رضامندی کا ذریعہ قرار دیا اور باپ کی ناراضگی کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی قرار دیا (ترمذی) اور تمام لوگوں میں ماں کے حق کو سب پر مقدم کیا گیا (ایضاً)۔ اسی طرح ازدواجی تعلقات کو پاسیدار اور خوشگوار رکھنے کی تعلیم دی گئی، عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی خود قرآن



کریم میں تعلیم دی گئی:

﴿وَعَاشُرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [النساء: 19]

(اور ان عورتوں کے ساتھ ابھی طریقے سے گزر برس کرو)

آنحضرت ﷺ نے اس شخص کو افضل قرار دیا جو اپنی اہلیہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اور فرمایا:

”تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ زیادہ اچھا ہو، اور میں تم

سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے ساتھ زیادہ اچھا ہوں (ترمذی)۔“

بیوی کے لئے خاوند کے متعلق ارشاد فرمایا:

”عورت اپنے رب کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک اپنے خاوند کا حق ادا

نہ کرے۔“ (ابو حیان الکبیر للطبرانی، 5084)

خاوند اور بیوی کے درمیان خوشنگوار اور مستحکم تعلق شیطان کے لئے باعث تکلیف اور اس تعلق کا ٹوٹنا

شیطان کے لئے باعث خوشی قرار دیا گیا۔ اولاد کی اچھی تربیت اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی خاص تائید

کی گئی ہے، قرآن حکیم کی سورۃ لقمان میں والد کے لئے رہنمائی فراہم کی گئی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت

کے سلسلے میں کن باتوں کا خیال رکھے، نیک لوگوں کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ذکر کی گئی ہے:

﴿وَرَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَدُرْبَاتِنَا قُرَّةً أَغْيُنْ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ

إِيمَاماً﴾ [الفرقان: 74]

”اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک و تجھیے، اور

ہمیں متقویوں کا امام بناو جیجیے۔“

اولاد کے حقوق کی ادائیگی کو والد کی ذمہ داری قرار دیا گیا، اور اچھی تربیت کو بہترین تحفہ قرار دیا گیا۔

مال باپ، خاوند بیوی اور بچوں کے علاوہ دیگر اہل خاندان کے حقوق بھی مقرر کیے گئے۔ قربات

داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی۔ بڑے بہن بھائیوں کا احترام اور چھوٹے بہن بھائیوں کے

ساتھ شفقتِ اسلامی طرز زندگی کی خصوصیت ہے۔ اگر اہلِ خاندان کے درمیان رنجشیں پیدا ہو جائیں تو اس کے لیے رہنمائی فرمائی گئی کہ جو تجویز سے توڑے تو اس سے جوڑ۔

پھر اگر کبھی ایسے ناخوشگوار حالات پیش آئیں، جن کی وجہ سے خاندانی نظام بکھرنے لگے تو اس سلسلے میں مستقل تعلیمات کتاب و سنت میں موجود ہیں، مثلاً اگر میاں بیوی میں رنجش ہو جائے تو اسے ختم کرنے کے لئے بھی تعلیمات موجود ہیں جیسے:

کوئی مومن مرد اپنی مومنہ بیوی سے نفرت نہ کرے ہو سکتا ہے کہ اگر اسے اس کی ایک عادت ناپسند ہو تو دوسری پسند آجائے (صحیح مسلم)

اور اگر رنجش اس حد تک بڑھ جائے کہ آپس میں حل نہ ہو سکے تو پھر خاندان کے بزرگوں اور عقول و شعور رکھنے والے لوگوں کو آگے بڑھ کر اسے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اور اگر بات یہاں تک بھی نہ رکے تو پھر طلاق کے ذریعے رشتہ نکاح ختم کرنے کا بھی راستہ رکھا گیا ہے، لیکن اس میں بھی ایسے قواعد و ضوابط مقرر کیے گئے ہیں، جن کو ملحوظ خاطر رکھنے سے نفرت اور دشمنی کو فروغ نہیں ملتا ہے۔

اس سب کے علاوہ آخرین حضرت ﷺ کی سنت میں ایسے اعمال ملتے ہیں، جن سے گھریلو زندگی جنت کا نمونہ بن جاتی ہے، مثلاً:

☆..... گھر میں داخل ہوتے وقت دعا کا اہتمام کرنا۔

☆..... سلام کرنا۔

☆..... غائب، چغلی اور حسد سے پچنا۔

☆..... ادائیگی حقوق کی فکر کرنا۔

☆..... میراث کی صحیح تقسیم کرنا۔

ایک منصف مزاج شخص دیکھ سکتا ہے کہ ان پیغمبرانہ تعلیمات کو عام کرنے اور عمل کرنے سے گھریلو زندگی نمونہ جنت بن سکتی ہے، خصوصاً جب ان کے ساتھ آپ ﷺ کی مشہور حدیث کو شامل کر لیا جائے کہ: اعلیٰ درجے کا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں (صحیح بخاری) اسلامی نظام زندگی کا ایک خاکہ پیش کرنے کے بعد ہم گھریلو تشدد تحفظ بل 2021ء پر اپنا تبصرہ پیش کرتے ہیں:

1- اس بل کے حصہ 1 کے سیشن 2 میں متعدد تعریفات کی گئی ہیں، ان میں نمبر (v) پر گھریلو تعلق تک محدود نہیں رہتی، بلکہ ایک گھر میں رہنے والے عارضی یا مستقل تعلقات سب ہی کو شامل ہے۔ حالانکہ گھریلو معاشرہ اور عائی زندگی کے اصل ارکان مان پاپ، (دادا، دادی) یا پوی بچے، (پوتے، پوتی) اور بہن بھائی ہوتے ہیں، ان کے علاوہ بسا اوقات ملازمت یا پڑھائی وغیرہ کے سلسلے میں بھی لوگوں کو اکٹھا رہنا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے ان تمام تعلقات کی نوعیتی مختلف ہیں، اور ان سب پر خاندانی تعلقات کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

حصہ دوم سیشن (3) میں گھریلو تشدد Domestic violence ----) کی تعریف میں جسمانی، جذباتی، نفسیاتی، جنسی اور معاشری تشدد کو شامل کیا گیا ہے۔ سب سیشن میں معاشری، نفسیاتی اور لفظی تشدد کی وضاحت کچھ اس انداز سے ہے جو شریعت کی مقرر کردہ حدود سے متصادم ہو سکتی ہے، مثلاً لکھا گیا ہے کہ رقبابت اور حسد کا بار بار مظاہرہ جو دوسرے کی خلوت، آزادی، اخلاقی برتری اور سلامتی کو متاثر کرے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ساتھ رہنے والے افراد میں ایک دوسرے کے لیے رقبابت یا حسد پیدا ہو جانا بعید نہیں، پھر ان متنقی جذبات کو پہچاننا اور اس کی بنیاد پر سزا دینا آسان نہیں۔ تیسرا ان جذبات میں عدالت اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی مداخلت مزید نفرتوں کو فروغ دے گی، بلکہ عین ممکن ہے کہ اگر ہر دو افراد کو مناسب انداز میں نصیحت کی جائے تو وہ اپنا رویہ تبدیل کر لیں۔ پانچویں یہ کہ بسا اوقات

گھر کے بڑے اپنے چھوٹوں کی اصلاح کی غرض سے ان کی بے جا آزادی پر قدغن لگاتے ہیں، مثلاً باپ اپنے بیٹے سے اگر یہ پوچھے کہ وہ رات دیر سے گھر کیوں آیا ہے؟ یا وہ اپنی پڑھائی پر توجہ کیوں نہیں دے رہا؟ یا نماز کیوں نہیں پڑھتا؟ تو یہ اگر چہ بیٹے کی خلوت میں مداخلت اور بظاہر اس کی تحقیر ہے، لیکن حقیقت میں یہ عین اس کی شرعی اور اخلاقی ذمہ داری ہے، جو وہ پورا کر رہا ہے۔ ایسے ہی اگر ایک آدمی اپنی بیوی یا بیٹی کو شرعی پرده کرنے کی تاکید کرتا ہے، جبکہ بیوی یا بیٹی بے جوابانہ باہر آنا جانا چاہتی ہیں تو یہ شرعاً ایک پسندیدہ عمل ہے، بظاہر اس سے بیوی یا بیٹی کی خودی متاثر ہوتی ہے اور انہیں تحقیر محسوس ہوتی ہے، لیکن حقیقت میں اس سے بڑے بڑے فساد کا دروازہ بند ہو رہا ہے۔

اسی طرح حصہ (2) سیشن (3) سب سیشن (b) نمبر (vi) میں متاثرہ شخص کی عمد़اً یا سہواً عدم خبر

گیری کو بھی ایک طرح کے جذباتی و نفسیاتی تشدد میں شامل کیا گیا ہے۔ اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ خبر گیری سے کیا مراد ہے؟ کیا متاثرہ شخص کو ننان نفقة دینا یا حال احوال معلوم کرنا۔ نیز چونکہ بل میں گھریلو تعلق کی تعریف میں عموم بہت ہے، لہذا اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ کبھی بھی اگر کسی شخص کے ساتھ آپ ایک گھر میں رہے ہوں اور اب آپ کے اس کے ساتھ تعلقات نہیں تو وہ عدالت میں آپ کے خلاف عدم خبر گیری کی درخواست دے دے۔ ایک باپ اپنی بالغ اولاد کو نہ پوچھے یا شوہر اپنی بیوی کو رہائش، مناسب خرچ یا کھانا نہ دے یا بوڑھے والدین کی اولادخبر نہ لے تو یہ تو ایک جرم ہے، لیکن اگر ایک شخص اپنی چچی کی خبر گیری نہ کرے یا شوہر کے ہوتے ہوئے سر بہو کی خبر گیری نہ کرے تو یہ جرم نہیں ہوگا۔

اسی نمبر (vi) سے متصل نمبر (vii) میں ٹوہ میں رہنے کو بھی تشدد کی ایک قسم قرار دیا گیا ہے۔ بسا

وقات والد کو اپنی اولاد، شوہر کو بیوی اور بڑے بہن بھائیوں کو چھوٹے بہن بھائیوں کے معاملات پر کڑی نگاہ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے تو کیا یہ بھی جرم ہوگا۔ بل بنانے والے حضرات نے اس پہلو کو نظر

انداز کیا ہوا ہے۔

حصہ دوم سیشن (3) سب سیشن (c) میں جنسی تشدد میں جنسی نوعیت کی ایسی حرکت کو شامل کیا گیا

ہے، جو متاثرہ شخص کی عزت کم کرے یا ختم کرے، اس میں زوج کا استثناء ضروری ہے، کیونکہ زوج سے ایسی نوعیت کی حرکت کی اجازت شریعت کی طرف سے عطا کردہ ہے اور اس میں خاوند زوجہ کی اجازت کا پابند نہیں۔ تو کیا اگر بیوی اپنے خاوند کے خلاف یہ درخواست دائر کرے کہ وہ اس کی رضامندی کے بغیر اس سے جنسی تعلق قائم کرتا ہے تو یہ بھی گھریلو تشدد کے زمرے میں آئے گا جس کی سزا خاوند کو بھگتی پڑے گی؟ پھر اگر یہ تصور کیا جائے کہ اس صورت حال میں خاوند کو سزا دی جائے تو کیا اس کے بعد ایک معتدل خاندانی نظام کو قائم رکھا جاسکے گا۔

حصہ سوم سیشن (6) نمبر (1) میں متاثرہ شخص کو درخواست دائر ہونے کے بعد یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ نقصان پہنچانے یا تشدید کرنے والے کے ساتھ مشترک گھر میں رہے گا، اس بات سے قطع نظر کہ اسے اس گھر میں رہنے کا حق حاصل ہے یا نہیں۔ یہ بھی ایک عجیب منطق ہے جو شرعاً اور عرفًا قابل رد ہے کہ یک شخص کسی گھر میں قیام کا حق دار نہ ہو، پھر بھی اُسے وہاں رہنے کا اختیار دیا جائے۔

اسی سیشن کے نمبر (2) میں ملزم کو اس بات کا پابند بنایا گیا ہے کہ اگر متاثرہ شخص کسی دوسری جگہ رہنا چاہے تو اس کے لئے انتظام کرے یہ شق اس وقت خطرناک نوعیت اختیار کر جائے گی جب باپ اپنی بیٹی مصلحت پر نظر رکھتے ہوئے اسے کسی غیر مرد سے تعلق رکھنے پر روکے اور وہ بیٹی خود باپ کے خلاف عدالت میں درخواست دے تو کیا باپ قانوناً اس بات کا پابند ہو گا کہ بیٹی کے لئے علیحدہ رہائش کا انتظام کرے جہاں رہتے ہوئے بغیر روک ٹوک کے گناہ میں ملوث ہونا آسان ہو سکے۔

حصہ سوم سیشن (8) نمبر (b) اور (c) میں درج ہے کہ عدالت کو گھریلو تشدد کے وقوع یا مستقبل میں واقع ہونے کے امکان کا اطمینان ہو جائے تو وہ جواب دہنہ کو اس بات کا پابند کرے گی کہ وہ متاثرہ شخص سے کوئی تقریری یا تحریری رابطہ نہیں رکھے گا، نیز اس سے بہر صورت دور رہے گا گویا افہام و تفہیم کے تمام راستے مسدود کر دیے جائیں گے جب کہ آپس کی گفت و شنید سے اہل خانہ بہت سے معاملات بخوبی

حل کر سکتے ہیں۔

مندرجہ بالا خامیوں کے علاوہ بھی اس بل کے متعدد مقامات وضاحت کے محتاج ہیں جن کی وضاحت قرآن و سنت اور آئین پاکستان کی روشنی میں ہونی چاہیے اس بل کے نتیجے میں خاندانی اور گھریلو معاشرہ توڑ پھوڑ کا شکار ہوتا ہے، رشتؤں کا تقدس پامال ہوتا ہے، اور نفرتوں کو فروغ ملتا ہے۔ معاشرے کے مختلف طبقات خصوصاً کمزور اور مظلوم افراد کی داد رسی حکومت کی ذمہ داری ہے، اور اس حوالے سے قانون سازی ہونی چاہیے، لیکن وہ قانون سازی اسلامی فکر کی روشنی میں ہونی چاہیے، نہ کہ انسانوں کے خود ساختہ افکار و اقدار کی روشنی میں۔ گھریلو تشدد کی روک تھام اور تحفظ کے حوالے سے مندرجہ ذیل اقدامات خاندان اور معاشرے کی سطح پر بهتری لانے میں مفید ثابت ہوں گے:

1۔ اسلام کے عائی نظام (فیلی سسٹم) کے حوالے سے آگاہی مہم۔

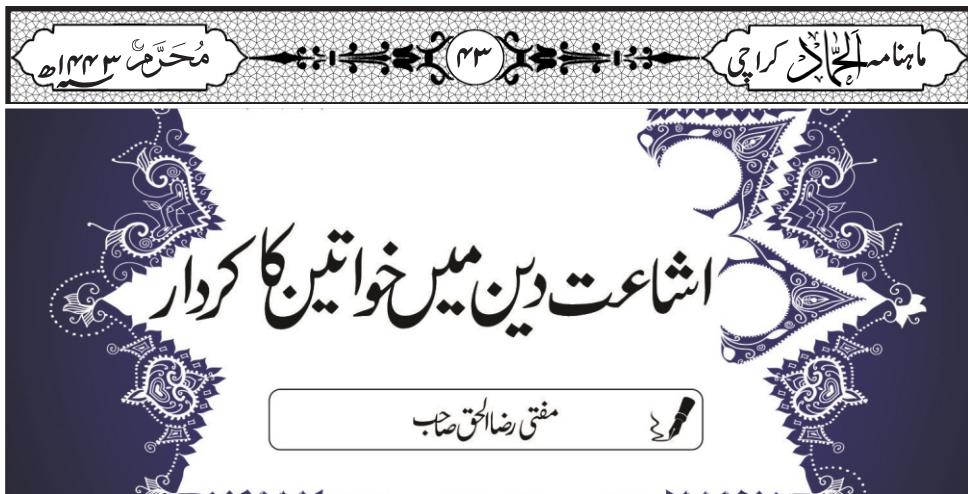
2۔ رشتؤں کی نوعیت اور ان کے متعلق حقوق و فرائض

3۔ اہل علم اپنے خطبات کے ذریعے لوگوں کو امن و آشی، محبت اور ضبط و تحمل کا درس دیں۔

4۔ گھریلو تشدد کے حوالے سے کیسز سامنے آئیں تو خاندان کے معتبر افراد کو شامل کر کے خاندان کی سطح تک معاملات کو نہیں کی کوشش کی جائے۔

5۔ گھریلو تشدد تحفظ کے لیے قانون سازی کرتے ہوئے کتاب و سنت کے واقف کار علماء کو ضرور شامل کیا جائے۔





۳:- جن صحابہ سے سو سے کم احادیث مروی ہوں ان کو مقلّین کہتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار مکثرات صحابہ میں سے ہے، اور ان سے ۱۲۲۰ احادیث مروی ہیں۔ سب سے پہلا مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے ان سے ۵۳۷۲ احادیث مروی ہیں، اس کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں جن سے ۲۲۱۰ روایات مروی ہیں۔ تو ہماری خواتین کا فرض یہ ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وراثت کو سنبھالیں، ان کی وراثت، علم کا پھیلانا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی علم سکھاتی تھیں، اور رشتہ داروں کے علاوہ دوسرے مرد صحابہ بھی پردوے کے پیچھے بیٹھ کر ان سے علمی استفادہ کرتے تھے، جس پر کئی احادیث دلالت کرتے ہیں کہ پردوے کے پیچھے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا، یہ فرمایا وغیرہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کی ایک خاتون حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ تھیں، ان کو ایک نمایاں خصوصیت یہ حاصل تھی کہ وہ گھر کا کام کاج خود کیا کرتی تھیں، وہ واقعہ تو آپ سب جانتی ہوں گی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام اور خادمات آئی تھیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے گھر کے کام کاج کے لئے ایک خادم طلب فرمایا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خادم عطا نہیں فرمایا بلکہ اس کی جگہ تسبیحات فاطمی سکھائیں۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ تسبیحات فاطمہ کو غنی، مال داری اور رزق کی وسعت میں بہت بڑا دخل ہے۔ دوسری بات جو ہمیں اس

روایت سے ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے خادم یا خادمه کا انتظام نہیں فرمایا، کیونکہ گھر کا کام کاج خادم کے بغیر عورت چلا سکتی ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خادم دے دیتے تو یہ مسئلہ بن جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو جب خادمہ ملی تھی تو ہم سب کو بھی خادمہ ملنی چاہئے، بغیر خادمہ کے کام ہی نہیں کریں گی۔ حالانکہ غریب اور متوسط گھرانوں میں یہ کام نہیں ہوتا یہ خادم اور خدمات نہیں ہوتیں۔ تو چیزے آپ کا کام علم سیکھنا ہے، اسی طرح آپ کا کام گھر کا کام کاج سیکھنا بھی ہے، آپ کی ڈیوٹی اور فرائض مردوں سے زیادہ ہیں، کیونکہ مردوں کا کام صرف باہر کا کام ہے، اور آپ کے ذمہ گھر کے کام کاج کے ساتھ علم کا کام بھی ہے جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تھا، ایسا نہ ہو کہ بعد میں لوگوں کو پریشانیاں لاحق ہوں، آپ علیہ السلام کے گھر کی تینوں خواتین کی خصوصیات پر ہمیں نظر رکھنی چاہئے۔ پھر آج کل عورتوں کے مسائل اتنا زیادہ ہیں کہ مردوں کے لئے ان کا سمجھنا تو آسان گر لئے کہ جنس جب اپنی جنس کو سکھاتی ہے تو زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ یہ دنیا کی زندگی ہے اس علم اور دینی مشغله کی برکت سے ان شاء اللہ دنیا کا وقت بھی اچھا گزرے گا اور دینی ماحول بھی آپ کی برکت سے بنے گا، جب دینی ماحول بنتا ہے تو اسے ہم نورانی ماحول کہتے ہیں، نورانی ماحول میں روشنی ہوتی ہے اور اس روشنی کی وجہ سے گھر میں سکون اور اطمینان ہوتا ہے، اب اگر کسی عالم کے گھر میں عالمہ بیوی ہو تو عالم شوہر بھی کتاب دیکھے گا اور عالمہ بیوی بھی کتاب دیکھے گی تو پھر کوئی نزاع اور جھگڑا نہیں ہوگا، اور اگر شوہر عالم ہو اور وہ کتاب دیکھتا ہے اور بیوی کتاب کے حروف کو بھی نہیں جانتی تو بیوی کہے گی کہ کتاب کیوں دیکھتے ہو؟ میرے ساتھ بات چیت کیوں نہیں کرتے؟ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی بیوی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کہتی تھی کہ:

هذہ الکتب أضر علیٰ من ثلث ضرائر.

کہ سفیان کی کتابیں مجھ پر تین سو کنوں سے زیادہ بھاری ہیں، اس لئے کہ شوہر کی لائے الگ تھی اور بیوی کی لائے الگ تھی، اور جب دونوں کی ایک ہی علمی لائے ہو تو دونوں ایک دوسرے کے لئے معاون ہوتے ہیں، شوہر بیوی کے لئے اور بیوی شوہر کے لئے۔ صاحب بداع و صنائع خود بھی مفتی تھے اور ان کی اہلیہ بھی مسائل بتایا کرتی تھیں، اور شوہر کے ساتھ تصنیف و تالیف اور افقاء میں مدد کیا کرتی تھیں، جو فتویٰ شائع ہوتا تھا اس میں دونوں کے دستخط ہوتے تھے، گویا کہ وہ بھی مدد کرتی تھیں، ماشاء اللہ آپ دینی ماحول میں بھی مدد کریں گی اور دینی ماحول میں بھی۔ اسی لئے ہمارے شیخ الشیخ یعنی شیخ الحدیث صاحب کے ایک خلیفہ تھے اور وہ ڈاکٹر بھی تھے، کسی نے ان سے ایک مرض کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہہ دیا کہ فلاں ڈاکٹر سے رجوع کرو، جیسا کہ دوسرے ڈاکٹر کہتے ہیں۔ تو شیخ الحدیث صاحب نے ان سے کہا کہ: ڈاکٹر صاحب! جیسے آپ کو تصور کی لائے میں سب سے آگے ہونا چاہئے ایسے ہی ڈاکٹری کی لائے میں بھی آپ کو سب سے آگے ہونا چاہئے، تاکہ باہر کے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ان مولویوں نے ڈاکٹروں کو بھی خراب کر دیا اور ان کی ڈاکٹری ختم ہو گئی۔ اسی طرح آپ کو اگر سلامیٰ کڑھائی اور گھر کے کام کا ج میں تجربہ نہیں ہوگا تو علم میں چاہے جتنا بھی تجربہ ہوگا لوگ اور دیگر عورتیں آپ کو ناقص اور غیر مکمل سمجھیں گی، اور وہ کہیں گی کہ یہ کیسی عورت ہے کہ جس کو عورتوں کا کام نہیں آتا؟ لہذا آپ وقت کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ دوسری عورتیں تو صرف گھر کا کام کا ج جانتی ہوں گی اور آپ کام کا ج کے ساتھ علم بھی جانتی ہوں گی تو آپ کو فوقيت حاصل ہوگی، آپ اپنے اساتذہ کے لئے بھی صدقہ جاریہ بنیں گی اور والدین بھی خوش ہوں گے، یہ نہ ہو کہ والدین ناراض ہوں کہ جب گھر میں آتی ہے تو صرف کتاب کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے اور اس کے علاوہ کسی کام کو نہیں جانتی، لہذا اپنے اوقات کو تقسیم کرنا ہے کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک علم کا کام، اور فلاں وقت سے فلاں وقت تک گھر کا کام کروں گی۔ شماں ترمذی میں یہ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رات کے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم

فرمایا تھا، ایک حصہ اہل و عیال کے لئے، ایک حصہ اپنے آرام کے لئے، جس میں سے کچھ حصہ نکال کر صحابہ کو دیا کرتے تھے، اور ایک حصہ اپنے ربِ ذوالجلال کی عبادت کے لئے تھا۔ یہ سیرت کی کتابیں جب ہم پڑھتے ہیں تو یہ صرف پڑھنے کے لئے نہیں ہیں، بلکہ سیکھنے کے لئے بھی ہیں، ہم بھی اپنے اوقات، دن کے ہوں یا رات کے ان کو تقسیم کر لیں اور یہ ترتیب بنالیں کہ فلاں وقت سے فلاں وقت ہمیں یہ دینی کام کرنا ہے، اور فلاں وقت سے فلاں وقت ہمیں یہ دینی کام سیکھنا ہے، والدہ اور والد کی خدمت کرنی ہے، شوہر اور بچوں کی خدمت کرنی ہے، اسی طرح اوقات کو تقسیم کرنا چاہئے، بہرحال اللہ تعالیٰ آپ کو برکات سے نوازیں اور آپ سے دین کی خدمت لے لیں۔



حُمَّتْ بُونْ طَهَّاؤس

بُونْ طَهَّاؤس
تَعَالَى دِيَنْ بَنْ بَنْ کی
بَنْ بَنْ دِیْنِ بَنْ بَنْ کی

ہوائی چپل	کورشوز	کورشوز	جوگر شوز
لیڈری سینڈل	نائلون کی چپل	پشاوری سینڈل	

دینی مدارس، اقراء اسکولز اور الحجا دروضة الاطفال
 طلباء و طالبات کے لئے شوز پر خصوصی رعایت

0321-2548435

پروپریٹر: سید مبشر اللہ احمد لاشد

السید ہاؤس 1441 MC - گرین ٹاؤن، عظیم پورہ ۲ کا آخری اسٹاپ، کرپی



آگے بڑھنے کا حوصلہ

ابوسفیان نے جب گھری خندق کھو دی تو حیرت سے کہنے لگا خدا کی قسم! یہ ایک ایسی تدبیر ہے جیسی تدبیر کرنا، ابھی تک عرب نہ جانتے تھے۔ گویا اس زمانہ کے مسلمان تدبیر اور طریق عمل میں اتنا زیادہ آگے تھے کہ ان کے مخالفین ان کی تدبیروں کو دیکھ کر پکارا رہتے تھے، ہم تو ابھی تک ایسی تدبیروں سے واقف نہ تھے، آگے بڑھنے کا یہی حوصلہ تھا جس نے انھیں چکایا، بڑھایا اور وقت کا امام بنایا۔ آج سستی، غفلت اور لاپرواہی نے ہمارے حصولوں پر ایسی دیزیز چادر ڈال دی ہے کہ ہم دوسروں کے غلام ہو گئے اور ہم نے اس پر قناعت بھی کر لی۔

جنگی کاموں میں نظم و ضبط

یوں تو زندگی کے ہر موڑ پر نظم و ضبط کی ضرورت ہے؛ مگر جنگی کاموں میں اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے، پلانگ اور نظم و ضبط کے بغیر نہ کام میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا نتیجہ سرت انگیز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولین معرکہ ہی سے جنگی نظم کی تربیت دی تھی، غزوہ خندق میں کھدائی کا کام انتہائی نظم و ضبط کے ساتھ کیا گیا تھا۔ پھر اس کی نگرانی کے لیے اور محاذ پر قابو رکھنے کے لیے جا بجا چوکیاں قائم کی گئیں اور پہرے کی باریاں مقرر تھیں۔ اس کے علاوہ مسلم سپاہیوں کے درمیان باہمی شناخت کے لیے خفیہ کوڈ مقرر تھے۔ ہنوقریظ کی ندراری کی اطلاع وفد نے ”عقل وقارہ“ کہہ کر اشارہ میں دی؛ تاکہ عام مسلمان اضطراب کے شکار نہ ہوں، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر

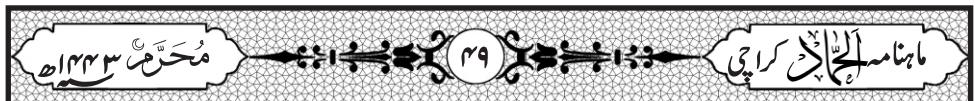
مسلم قائدین اور مذہبی رہنماؤں کو دشمنوں کے بارے میں کوئی ایسی بات معلوم ہو، جس سے لوگوں کی ہمتیں پست ہوتی ہیں تو اس کا افشا نہیں کرنا چاہیے، آج مسلمانوں میں نظم و ضبط اور ڈسپلین کی حد درجہ کی محسوس کی جا رہی ہے، احتجاج و جلوس یا مظاہرے کا کوئی بھی طریقہ ہو، اس میں مسلمانوں کی اجتماعی قوت نہیں ہوتی ہے، خدمت دین سے زیادہ اپنے ادارہ کی شناخت کرانے کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے۔ نتیجتاً ہمارے مظاہرے اور جلوس کا کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے۔

اسلام میں مشورہ کی اہمیت

جب رسول اکرم ﷺ کو دشمنوں کی نقل و حرکت کا علم ہوا تو آپ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا کہ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ اس سے شورائی نظام کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کی تاکید کی تھی: اس لیے مختلف موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ کیا کرتے تھے۔ میدانِ جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خود فیصلہ کا بڑا قدم نہیں اٹھایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم قائدین اور ذمہ دار حضرات کو اپنی رائے سے کوئی کام نہیں کرنا چاہیے، اس میں اجتماعی قوت کے ساتھ اتحاد و هم آہنگی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

فرقہ وارانہ باتوں سے اجتناب

حضرت سلمان فارسیؓ پونکہ دوسروں سے دس گنا زیادہ کام کرتے تھے اور وہ انصار میں شامل تھے اور نہ مہا جرین میں، ان کے متعلق انصار و مہا جرین میں ایک مسابقت کی فضا پیدا ہو گئی، انصار اور مہا جرین میں سے ہر ایک ان کو اپنے گروہ میں شامل کرنا چاہتے تھے۔ اس کمکش کا فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا سَلْمَانُ مِنَ الْأَهْلِ الْبَيْتِ یعنی سلمان ہمارے اہل بیت کی ٹولیوں میں ہیں، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت دی کہ دورانِ جنگ اس طرح کی فرقہ وارانہ باتوں میں پڑ کر اجتماعی قوت میں شکن پیدا نہیں کرنی چاہیے، آج مسلمان مختلف ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے ہیں، خاندانی، مسلکی، علاقائی، لسانی ادارتی اور نہ جانے کیسی کیسی باتوں میں الجھ کر مسلمانوں نے اپنی اجتماعی قوت کھو دی ہے۔ اسلام دشمن تمام تنظیمیں



اسلام کو مٹانے میں متجد ہیں؛ مگر امت مسلمہ میں اتحاد کا تصور بھی ناممکن معلوم ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ متفرق جماعتوں اور ٹولیوں میں وہ قوت نہیں پائی جاسکتی جو اتحاد میں ہوتی ہے۔ ہر ادارہ اور تنظیم کو دوسرے کے لیے رفیق بننا چاہیے نہ کہ فریق، خاص طور پر موجودہ حالات میں اس کی سخت ضرورت ہے۔

اللہ پر یقین اور اعتماد

جب رسول اکرم ﷺ کو بنو قریظہ کی غداری کی اطلاع دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسبنا الله ونعم الوکيل: اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ اس جملہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سبق دیا کہ تمام مصائب و مشکلات اللہ کی طرف سے آتے ہیں، لہذا فتح و شکست میں اللہ پر یقین و اعتماد کرنا چاہیے، ایم بم، میرا تسلی، گولہ بارود اور توار و بندوق پر اعتماد جاہلانہ مذہب ہے، یہ ساری چیزیں اپنا اثر پہنچانے میں اللہ کی محتاج ہیں؛ مگر اللہ تعالیٰ کو کسی کی حاجت نہیں، وہ وسائل کی کی کے باوجود بھاری جمعیت پر غالب کر سکتا ہے، جیسا کہ جنگ بدر کی واضح مثال موجود ہے۔

جنگ کی تیاری اور اسلام

جب ابوسفیان اور دیگر قبائل میدان کارزار سے واپس ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے اور وہ ہم پر حملہ آور نہ ہو سکیں گے“۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں اقدامی جہاد درست ہے۔ یعنی حالات اگر اسلام کے مقابلہ ہو جائیں مسلمانوں کے لیے جینا مشکل ہو جائے تو اپنی جان و مال اور دین و مذہب کے تحفظ کے لیے ضرورتاً جنگ کی ابتداء کی جاسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے مسلمانوں کو ہمیشہ جنگ کے لیے تیار رہنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَا أُسْتَطِعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوُّ اللَّهِ

وَعَدُوُّكُمْ﴾ (الانفال: ٢٠)

”اور ان سے مقابلہ کے لیے جس قدر بھی تم سے ہو سکے سامان مہیا رکھو، قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے، جس کے ذریعہ سے تم اپنا رعب رکھتے ہو، اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر۔“

موجودہ عالمی حالات میں مسلمانوں کو جسمانی اور مادی دونوں اعتبار سے دشمنان اسلام کے حملوں کا جواب دینے کے لیے تیار رہنے کی ضرورت ہے۔ نہ جانے کس وقت غیر مسلم مسلمانوں کی جان و مان اور عزت و آپرو پر حملہ کر دیں۔

جنگ میں خواتین کا کردار

اگرچہ اطمینان قلب کے لیے تمام خواتین اور بچوں کو قلعوں میں محفوظ کر دیا گیا تھا؛ تاہم وہاں رہتے ہوئے بھی خواتین نے اوپنے کردار کا ثبوت دیا۔ خواتین کے ایک یونیورسٹی کے گرد ایک یہودی کو چکر لگاتا ہوا دیکھا گیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی) نے لکڑی سے اسے ہلاک کر دیا۔ جس کے بعد کسی دشمن نے ادھر آنے کی ہمت نہ کی، ایک خاتون رفیدہ کچھ دوائیں اور مرہم پٹی کا سامان لے کر حاذ پر پہنچیں اور انہوں نے زخمیوں کی خدمت کی، حضرت سعد بن معاویہ کی والدہ نے بیٹی سے کہا: بیٹا! اپ کے جاؤ تم نے تو دیر کر دی۔ (حسن انسانیت صفحہ: ۲۸۲) غزوہ خندق کے علاوہ جنگ احمد اور دوسری جنگوں میں خواتین نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مردوں کے ساتھ بے قدر ضرورت عورتوں کو بھی جنگی تدابیر میں حصہ لینا چاہیے اور انہیں بھی اس کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک

حالات جیسے بھی ہوں غیر مسلموں کے ساتھ حسن اخلاق باقی رکھنا چاہیے۔ باشمور اور اہل فہم کے قلوب پر اس کا بہتر اثر ہوتا ہے۔ غزوہ خندق میں حضرت علیؓ نے جب نوفل بن عبد اللہ کو قتل کیا تو مشرکین نے دس ہزار درہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے کہ اس کی لاش ہمارے حوالہ کر دی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاش مفت لے جاؤ مجھے اس مال کی ضرورت نہیں۔ یقیناً اس سے دشمنوں کے دلوں پر اچھا اثر پڑا ہوگا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی تھی، عین اس وقت جب کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مال کی سخت ضرورت ہے، دشمنوں کی ٹولیاں اسلام کی بنیاد اکھاڑ پھینکنے پر مصروف ہیں؛ مگر آپ نے ان بھیاںک اور پُر خطر حالات میں بھی اخلاق اور احسان کا سلسلہ جاری

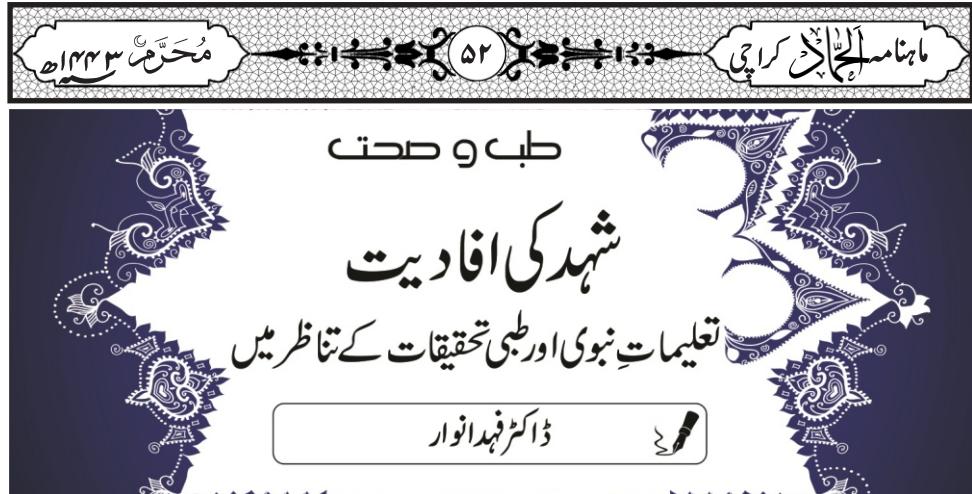
رکھا۔ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ایک یہودی کا جنازہ گزارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو یہودی غیر مسلم کا جنازہ ہے، اس کے احترام کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا: اِنْ فِيهِ لَنَفْسًا آخِرَهُ بَعْدِيْ تو انسان تھا۔ (مشکوٰۃ: ۷۱) یہ اور اس طرح کی سیکڑوں مثالیں ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے ساتھ رواداری برقرار رکھی اور تعلقات بھی منقطع نہیں کیے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ ہمیشہ اچھا برتاؤ رکھنا چاہیے، ممکن ہے وہ مسلمانوں کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام کے قریب ہو جائیں، شکوٰک و شبہات سے دل پاک ہو جائے؛ اس لیے کہ آپسی ملاقات سے بہت سی غلط فہمیاں خود بخود رہ جاتی ہیں۔ اسلام کے پھیلنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق کا بڑا دخل ہے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلموں کے ساتھ رواداری کا برتاؤ نہ کرتے تو بیچ میں نفرت کی دیوار حائل ہو جاتی اور اسلام کی تعلیمات انھیں سمجھنے کا موقع نہ ملتا۔ دور حاضر کے مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدر آبادی نے خطبات بھاولپور صفحہ 279 تا 281 میں اس موضوع پر لطیف بحث کی ہے۔ ہندوستان کے موجودہ حالات میں بطور خاص اس کے مطالعہ اور سیرت نبوی کے اس پہلو پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔

سیرت نبوی تمام مرض کا علاج

غزوہ خندق سے ملنے والے یہ چند نقوش اور پیغام ہیں، جن کی روشنی میں موجودہ عالمی حالات کے مسائل و مشکلات حل کیے جاسکتے ہیں۔ ہمیں یقین کرنا چاہیے کہ حالات کا کوئی بھی رخ ہو۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر عمل ہی تمام مرض کا علاج اور امن و سکون کا ذریعہ ہے۔ آج کے موجودہ حالات میں عالم اسلام جن پریشانیوں سے دور چاہے، ان سے نجات پانے کے لیے ایک ہی دروازہ ہے اور وہ ہے سیرت نبوی، اگر ایمان مستحکم ہو جائے اور ہم نبوت محمدی کے سچے غلام ہو جائیں تو کائنات کی تمام چیزیں ہماری عظمت پر سجدہ ریز ہو سکتی ہیں:

کی محمد سے وفا تو نے ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے، کیا لوح و قلم تیرے ہیں



نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں جہاں دل کی (کی روحانی) بیماریوں شرک، کینہ، حسد نفاق کی نشاندہی اور اصلاح سے متعلق ہدایت کا سامان موجود ہے وہاں جسمانی بیماریوں کے علاج کے متعلق بھی اہم ہدایات موجود ہیں۔ قرآن کریم جو آپ ﷺ کی تعلیمات کی اصل ہے، اس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَنُزِّلَ مِنَ الْقُرْآنَ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ (بنی اسرائیل: ۲۸)

اور ہم وہ قرآن نازل کر رہے ہیں جو جو مومنوں کیلئے شفا اور رحمت کا سامان ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کفر، جہالتوں کی بیماریوں کیلئے شفا دلوں کیلئے جلا، قلبی اور نفسانی میل کچیل کو مٹانے والا اور بری خصلتوں کو دور کرنے والا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آیت میں من تعجب کیلئے ہے (تو پھر عربی گرامر کے قواعد کے لحاظ سے) شفا ظاہری بیماریوں سے ہے۔ اور قرآن کریم کے بعض حصے سے مراد وہ حصہ ہے جو بیمار کو تدرست کر دیتا ہے جیسے سورہ فاتحہ اور اس کی مثل۔ یہ ہی آپ ﷺ کے اس ارشاد گرامی کا مطلب ہے کہ تم پر دو تدرستی دیئے والی چیزیں لازم ہیں: شہد اور قرآن (تفسیر مظہری، صفحہ ۵۸۲ جلد ۵، رشدیہ)

يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً

القَوْمُ يَسْفَكُرُونَ (الحل: 69)

اس مکھی کے پیٹ سے وہ مختلف رنگوں والا مشروب نکلتا ہے جس میں لوگوں کیلئے شفا ہے، یقیناً ان سب پاؤں میں ان لوگوں کیلئے نشانی ہے جو سوچتے سمجھتے ہوں۔

یہاں مفسرین اور محدثین نے یہ بحث فرمائی ہے کہ آیا شہد میں ہر بیماری سے شفا ہے یا مخصوص

امراض کے لیے:

بعض حضرات کے نزدیک شفا کا ہونا عام نہیں ہے بلکہ بعض امراض کیلئے باعث شفا ہے چنانچہ بعض امراض میں شہد کا استعمال نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں کیلئے شہد شفا ہے اور بعض کیلئے نہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آیت کے الفاظ عام ہیں اور واقعتاً شہد اصلاً تمام امراض کیلئے باعث شفا ہے تاہم کسی عارض کی وجہ سے اگر شہد نقصان دہ ثابت ہو تو اس کا اعتبار نہیں (کشف الباری جلد ۷، ص ۲۲۵، حوالہ فتح الباری، عمدة القاری و روح المعانی)

کتب احادیث میں ایسی احادیث متیں ہیں جن میں آنحضرت ﷺ نے جسمانی امراض کیلئے شہد تجویز فرمایا۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کو عجیب و غریب صفات سے نوازا ہے اور معلم ﷺ کے ذریعے اس سے استفادہ کرنے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں:

”حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ہر میئے تین دن تک صبح میں شہد چاٹے تو اس کو کوئی بڑی مصیبت نہیں پہنچے گی۔ (سنن ابن ماجہ)“

حضرت عبد اللہ بنی کریم ﷺ کا فرمان نقل فرماتے ہیں: دو باعث شفاء چیزوں کو لازم کپڑا لو: ۱۔ شہد اور ۲۔ قرآن۔ (سنن ابن ماجہ)

رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث مبارک بڑی جامعیت کی حامل ہے۔ اس میں طب جسمانی اور طب روحانی دونوں کو جمع کیا گیا ہے۔ جسمانی امراض کیلئے شہد کو تجویز فرمایا گیا، جبکہ روح کی بیماریوں حسد، کینہ، نفاق وغیرہ کیلئے قرآن حکیم کو تجویز فرمایا گیا۔ ”ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھی چیز اور شہد مرغوب تھا۔ (صحیح البخاری، باب: الدواء بالصلب)“

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں: ایک آدمی سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: میرا بھائی پیٹ کے مرض میں مبتلا ہو گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو شہد پلاو، وہ دوسری بار آیا تو پھر آپ ﷺ نے اس کو شہد پلانے کی تاکید کی اسی طرح تیسرا مرتبہ بھی، جب چوتھی بار بھی آ کر اس نے شکایت کی تو رسول ﷺ نے

ارشاد فرمایا: تمہارے بھائی کا پیٹ تو جھوٹا ہو سکتا ہے؛ لیکن اللہ کا کلام تو سچا ہی ہے، اس کو پھر شہد پلاو، اس نے اس مرتبہ جا کر جب شہد پلایا تو اس کو شفا نصیب ہو گئی۔ (صحیح البخاری، کتاب: الطب، باب: الدواء بالصل)

اس حدیث سے امراضِ بطن میں افادیتِ شہد کا علم ہونے کے ساتھ ساتھ طب کے ایک بنیادی اور اہم ترین اصول کی طرف راہنمائی بھی ملتی ہے کہ کسی بھی مرض کے علاج کے لیے دوا کی مقدار، اس کی کیفیت اور مریض کی قوت کی رعایت اور لحاظ رکھنا دوا کے مفید ہونے کے لیے انہائی ضروری ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں چوتھی بار شہد کے استعمال کرنے پر مرض سے افاقہ حاصل ہوا۔

نبی اکرم ﷺ کی ایک عادتِ شریفہ صحیح شہد کے شربت کا پیالہ نوش فرمانے کی تھی۔ کبھی عصر کے بعد نوش فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ ﷺ تمام عمر چست رہے اور موزی مرض میں بیتلانہ ہوئے۔ اس میں ہم امتیوں کیلئے سبق ہے اور شہد استعمال کرنے کی ترغیب بھی۔ خصوصاً ان وقتیں میں پیٹ خالی ہونے کی وجہ سے شہد جذب ہونے میں مدد ملتی ہے۔

ڈاکٹر خالد غزنوی اپنی معروف کتاب طبِ نبوی اور جدید سائنس میں استاذ محمد فراز الدقر مصری کے تجربات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ زیتون کا تیل اور شہد ملا کر لیوں کے عرق میں گھول کر پلانا گردے کی پتھری میں بہت مفید ہے۔ طبِ نبوی کے مشہور مرتب علی علاء الدین الکحال نے شہد کو اسہال کے علاوہ تمام بیماریوں میں مفید قرار دیا ہے۔ مصری طبیب دکتور عزہ مریدن نے شہد کو عمدہ دو اور طبیعت میں لاطافت پیدا کرنے والا قرار دیا ہے۔ استاذ محمد فراز الدقر نے اپنے مقالہ الاستشفاء بالصل فی امراض جهازِ احضم میں اسے امراضِ بطن کیلئے اکسیر قرار دیا ہے۔ (طبِ نبوی اور جدید سائنس جلد اصفہہ ۸۱)

قرآن حکیم شہد کی جن صفات کا پتہ بتلا رہا ہے اور حدیث پاک سے جس کا ثبوت ہے اس کی تائید طبِ قدیم و جدید سے بھی ہوتی ہے۔ ذیل میں ہم نبی اکرم ﷺ کا تجویز کردہ نسخہ شفا یعنی شہد کے متعلق کچھ سائنسی تحقیقات و تجربات ذکر کرتے ہیں:

جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق شہد پینے سے قوت یادداشت پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ شہد دماغی قوت کیلئے مفید ہے۔ اس کی وجہ شہد کی وہ خاصیت ہے جو کھانے کو درست رکھتی ہے۔

ڈاکٹر خالد غزنوی لکھتے ہیں کہ امتحان کے دنوں میں دو طالب علموں کو شہد پلایا گیا۔ اس سے وہ زیادہ

دیر تک پڑھ سکے اور ان کی یادداشت پہلے سے بہتر رہی۔ (طب نبوی اور جدید سائنس ص ۲۸۱ ج ۱) پیٹ کے امراض میں شہد کی افادیت عوام و خواص میں مسلم ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی حدیث پیچے گزر چکی ہے جس میں آپ ﷺ نے پیٹ کی تکلیف کیلئے شہد تجویز فرمایا اور بار بار پلوایا۔

معدہ کی تیز ایسیت اور زخم (السر) آج کی بکثرت پائے جانے والی بیماریوں میں سے ایک ہیں۔ اس کی علامات میں سے معدہ اور سینہ کی جگہ پر جلن، منہ میں کڑوا پانی کا آنا، کھٹے ڈکار شامل ہیں۔ اس کیلئے کئی قسم کے سیرپ، اور دوائیاں وغیرہ دستیاب ہیں۔ اور مزید تحقیقات بھی جاری ہیں۔ تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ شہد معدہ کے السر کیلئے مفید ہے۔

بیکثیر یا کو مارنے کیلئے بھی شہد مفید ہے۔ اسی لیے شہد مندرجہ ذیل مقاصد میں کارآمد ہے:

☆.....زخم کے مندل ہونے میں۔ ☆.....جلی ہوئی جلد کو ٹھیک کرنے میں۔

ذیابیطس کا مرض اب کئی امراض کا مجموعہ ہے۔ اس کی وجہ جسم میں انسولین کی مقدار کا کم ہونا ہے جس کی وجہ سے خون میں شکر کی مقدار حد سے زیادہ ہو جاتی جو نقصان دیتی ہے۔ شہد کو تجارتی طور پر شوگر کم کرنے والی ادویہ کے ساتھ ملا کر دیا گیا تو خون میں انسولین کی مقدار بڑھ گئی جس کے نتیجے میں شوگر کم ہو گئی۔ لہذا شہد دیگر دواؤں کے ساتھ دینے سے ذیابیطس پر قابو پانے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

اسہال کی وجہ سے جسم میں نمکیات کی کمی ہو جاتی ہے جس کے تدارک کیلئے نمکوں یا او۔ آر۔ ایس دیا جاتا ہے جس میں شوگر (چینی) بھی شامل ہوتی ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ شہد شوگر کی جگہ بہتر تبادل ثابت ہوتا ہے۔ اس کی وجہ شہد کی اینٹی بیکثیر میں یعنی بیکثیر یا کو مار دینے والی خاصیت ہے۔

شہد کے اجزا میں فلورائیڈ بھی شامل ہے جو دانتوں کو خراب ہونے سے بچاتا ہے۔ امریکہ کے ڈاکٹر میکلیڈن نے چائے میں شہد ملا کر پینا تجویز کیا ہے تاکہ دانتوں کی حفاظت کو یقینی بنایا جاسکے۔ چونکہ شہد جراشیم کش ہے لہذا شہد کے استعمال سے منہ کی صفائی بھی حاصل ہوتی ہے۔

خون کی کمی دور کرنے میں شہد کا خاص عمل ہے۔ حاملہ خواتین میں ہیمو گلوبن کی کمی کے نتیجے میں واقع ہونے والے انیمیا (خون کی کمی) کو درفع کرنے کیلئے فوک ایسڈ دی جاتی ہے۔ شہد کے ذریعے خون کی کمی کی مختلف قسموں پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ شہد خون میں ہیمو گلوبن کی مقدار بڑھا کر خون کی کمی دور کرتا ہے۔

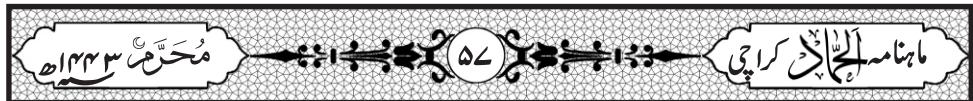


گزشته ایک ڈیڑھ ماہ میں متعدد علماء کرام مشائخ عظام اور دین والل دین سے محبت کرنے والے احباب اس دار فانی سے رخصت ہو کر عالم آخرت کی طرف منتقل ہوئے ہیں۔ ذیل کے سطور میں ان میں سے بعض حضرات کا مختصرہ تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر رحمۃ اللہ علیہ

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان و مہتمم جامعہ العلوم الاسلامیہ کراچی شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر قدس سرہ 19 / شوال المکرم 1442ھ مطابق 30 جون 2021ء بروز بدھ اپنے لاکھوں عقیدت مندوں اور ہزاروں شاگردوں کو سوگوار چھوڑ کر اس دار فانی سے رحلت فرمائے۔ انا لہد وانا الیہ راجعون۔ ان لہد ما اخذ ولہ ما عطا، وکل شی عنده الی اجل سمی۔

آپ سن 1935 میں ایبٹ آباد کے علاقے کوکل کے ایک مذہبی و مختصہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد جناب سکندر خان بن زمان خان کا شمار گاؤں کے معزز و بااثر افراد میں ہوتا تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں ہی حاصل کی۔ درس نظامی درجہ رابعہ سے سادسہ تک کی تعلیم مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ دارالعلوم ناٹک واٹھ کراچی میں حاصل کی پھر درجہ موقوف علیہ اور دورہ حدیث کے لیے محدث العصر حضرت مولانا مفتی یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کا رخ کیا اور وہیں سے سن 1956 میں درس نظامی سے فارغ التحصیل ہوئے۔ سن 1962 میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے جہاں چار سال تک علم کی تلقی بھاتے رہے بعد ازاں سن 1972 میں ڈاکٹریٹ کی غرض سے جامع الازہر قاہرہ کا قصد کیا اور



"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام الفقہ العراقي" کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ لکھا۔

آپ علم و عمل، کتاب و مطالعہ، درس و تدریس، اور اصلاح و تربیت جیسے عظیم الشان مشاغل میں مصروف کار رہتے تھے۔ آپ کا وجود اہل علم، اساتذہ و مدرسین کے لیے باعث صد افخار تھا۔ آپ کی ہر دلعزیز شخصیت، معصوم سانورانی چہرہ، سادگی و پرکاری کو دیکھ کر کوئی بھی شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ عظیم استاد کے عظیم شاگرد تھے۔ حضرت العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے طویل صحبت یافتہ اور ان کے حقیقی جانشین تھے۔ حضرت بنوری نے آپ کی شخصیت سازی میں نمایاں کردار ادا کیا، اپنے استاذ و شیخ کے افاضات و واقعات آپ کو اس قدر یاد و مختصر تھے کہ عواظ و بیان کی کوئی بھی مجلس ان کے تذکرہ سے خالی نہ ہوتی۔ حضرت بنوری کی وفات سے لیکر تا دم واپسیں ہر محاذ پر آپ حضرت کی جانشینی کا حق ادا کرتے رہے۔ جامعہ العلوم الاسلامیہ کے اہتمام اور منصب بخاری سے لیکر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور وفاق المدارس العربية پاکستان کی صدارت تک ہروہ منصب جس پر کبھی حضرت بنوری فائز رہے تھے آپ بھی فائز رہے۔

آپ کی اندوہنائک رحلت پر ملک و بیرون ملک کی سیاسی، دینی، علمی، اور سماجی شخصیات کی جانب سے خراج عقیدت اور تعزیتی پیغامات جاری کیے گئے۔ سربراہان مملکت، عالمی اسلامی تنظیموں اور اداروں کے سربراہ، مدارس اسلامیہ کے ذمہ داران اور علیل القدر علمائے کرام نے اپنے دلی تاثرات اور رنچ و غم کے جذبات کا اظہار فرمایا، دنیا بھر کے مدارس، دینی اداروں اور مساجد میں دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، اللہ تعالیٰ آپ کی تمام خدمات کو قبول فرمائے اور آپ کے لیے ان کو صدقۃ جاریہ بنائے۔

حضرت مولانا عبد الخالق سنبلی رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم دیوبند ہندوستان کے نائب مہتمم و ہر دلعزیز استاد حضرت مولانا عبد الخالق سنبلی صاحب طویل علاالت کے بعد 30 جولائی 2021 جمعہ کے روز اپنے خالق تحقیقی سے جا ملے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی پیدائش ضلع مراد آباد کے قصبہ سنبلی میں 4 جنوری 1950 کو ہوئی آپ کے والد جناب نصیر احمد صاحب انتہائی خوش مزاج سادگی پسند انسان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خوش گوش شاعر بھی تھے۔

آپ نے اپنے قبھے سنبھل سے ہی ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا، فارسی اور ابتدائی عربی سے شرح جامی تک کی عام کتابیں اپنے استاذ مولانا مفتی محمد آفتاب خان سے پڑھیں اور پھر 1968 میں دارالعلوم دیوبند چلے گئے جہاں کم و بیش پانچ سالہ قیام کے دوران وقت کے اساطین علم اور عبارقرہ فن کے سامنے زانوائے تلمذ طے کیے۔ اور 1972 میں دورہ حدیث میں تیسری پوزیشن سے کامیابی حاصل کی۔ عربی ادب سے آپ کو خاص دلچسپی تھی، دارالعلوم دیوبند میں بطور استاذ۔ آپ کا تقرر 1982 میں ہوا۔ دارالعلوم میں آپ تدریس کے ساتھ ساتھ متعدد بار ناظم امتحان بھی رہے اور برسوں سے نائب مہتمم کے عہدے پر بھی فائز رہے آپ کئی عده اور مقبول عام کتب کے مصنف بھی ہیں۔ آپ کے انتقال پر ملاں پر دارالعلوم دیوبند سمیت دنیا بھر کے مدارس و مکاتب اور علمی و دینی حلقوں کا ماحول سوگوار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم اعلیٰ علیہن میں جگہ عطا فرمائے اور ملت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمين

خادم القرآن قاری عبد الرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ حمادیہ کے شعبہ تحفظ القرآن کے نگران حضرت قاری عبد الرشید صاحب^ح 30 جولائی 2021ء بروز جمعہ شدید علات کے بعد دارفانی سے رحلت فرمائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت قاری صاحب^ح کے انتقال پر ملاں کی روح فراسخ بر ملے ہی جامعہ کی فضاء سوگوار ہو گئی، اور عید الاضحیٰ کی تعطیلات کے باوجود ہر طرف سے قاری صاحب^ح کے تلامذہ، محبین اور متعلقین جامعہ کا رخ کرنے لگے۔

قاری صاحب ایک ریقق القلب، متواضع، کم گو اور تمکنت سے خالی انسان تھے۔ سالہا سال تک جامعہ کے شعبہ حفظ کی نگرانی کا فریضہ سر انجام دیتے رہے اور ناظم شعبہ تحفظ القرآن حضرت مولانا ناصر عبد اللہ صاحب حظہ اللہ کے ریفیق کار رہے اس دوران آپ شعبہ حفظ کے نگران مطعم بھی رہے۔ حضرت قاری صاحب کامحبت آمیر عرب و بدبدہ شعبہ تحفظ القرآن کے نوہبہ لون کی تعلیم و تربیت میں انتہائی کارگر اور مفید رہا ہے۔ عرصہ 5 سال سے قاری صاحب کو شوگر بلڈ پریشر اور رعشہ کے امراض کا سامنا تھا۔ لیکن انتہائی کمزوری ضعف اور بیماری کی حالت میں بھی آخر وقت تک آپ بے حد خوش اسلوبی اور جانشناختی سے قرآن کریم کی خدمت میں مگن رہے، آپ کی رحلت جامعہ والی جامعہ کے لیے کسی سانحہ جانکاہ سے کم نہیں ہے۔

حضرت قاری صاحبؒ کی نماز جنازہ رئیس دارالافتاء جامعہ حمادیہ و پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا مفتی عاصم عبد اللہ صاحب حظہ اللہ نے پڑھائی۔ بعد ازاں صدر جامعہ حمادیہ حضرت مولانا قاسم عبد اللہ صاحب حظہ اللہ نے مختصر گفتگو فرمائی، جس میں آپ نے قاری صاحبؒ کے جملہ حقوق و معاملات کی درستگی و ادائیگی کے لئے خود کو پیش فرمایا۔

قاری صاحبؒ کی تدفین ان کے آپائی گاؤں جنوبی پنجاب کے ضلع کھروڑپکا (علی سن) میں کی گئی۔ پسمندگان میں 2 بیٹے اور 1 بیٹی اور بیوہ شامل ہیں۔ ماشاء اللہ تینوں ہی پچھے قرآن مجید کے حافظ وقاری ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحبؒ کے درجات بند فرمائے اور لا حقین کو صبر جیل عطا فرمائے۔ آمين۔

دیگر مرحومین

مورخہ 2 اگست 2021 بروز پیر جامعہ کے بزرگ استاذ قاری فرید الدین صاحب کی بھاوج بقضاء الہی انتقال کر گئیں۔ اسی ماہ باñی جامعہ حمادیہ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا عبد الواحد صاحب نور اللہ مرقدہ کے مرید خاص جناب زاہد حسین صاحب کی والدہ محترمہ اور حضرت کے قدیم متعلق جناب افتخار صدیقی صاحب کی ہمیشہ کا سانحہ ارتھاں پیش آیا۔ اس موقع پر ہم جملہ پسمندگان سے دلی تعزیت کرتے ہوئے خداوند قدوس کے حضور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین کی بال بال مغفرت فرمائیں اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ آمين۔

ادارہ الحمد اپنے قارئین سے ان تمام مرحومین کے لیے ایصال ثواب کی درخواست کرتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و علیہ و صحبہ اجمعین۔ آمين



قارئین "الحمد" کے لیے ضروری اعلان

☆..... ماہنامہ "الحمد" کے جن قارئین کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے، ان سے درخواست ہے کہ آئندہ اسلامی سال نو، محرم الحرام ۱۴۲۳ھ تا ذی الحجه ۱۴۲۴ھ کا سالانہ زر تعاون بذریعہ عام ڈاک مبلغ (=400) چار سو روپے جلد روانہ فرمائیں تاکہ زر تعاون تاخیر سے موصول ہونے کی وجہ سے جو دفتری مشکلات پیش آتی ہیں ان کا سد باب ہو سکے۔

☆..... ایسے حضرات جو ماہنامہ "الحمد" کی خریداری خدا نخواستہ جاری رکھنا نہیں چاہتے ان سے بھی درخواست ہے کہ اپنے خریداری نمبر کے حوالے کے ساتھ دفتر "الحمد" کو جلد از جلد مطلع فرمائیں۔

☆..... غیر ملکی ممبران سے بھی درخواست ہے کہ وہ ادارے کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے خریداری کی مدت ختم ہوتے ہی پہلے صفحہ پر شائع شدہ سالانہ زر تعاون کی شرح کے مطابق زر سالانہ روانہ فرمائیں۔

☆..... منی آرڈر روانہ کرتے وقت نیز ادارے سے کسی بھی قسم کی خط و کتابت یا رابطہ کی صورت میں لفافے پر درج اپنے "خریداری نمبر" کا حوالہ ضروری دیں۔

☆..... سالانہ زر تعاون براہ راست (ON-LINE) مسلم کرشل بینک، برائج شاہ فیصل کالوں نمبر 3 کراچی، کے اکاؤنٹ نمبر 9449 0103601010009449 جمع کرنے کی صورت میں بینک ڈپاٹ سلپ نمبر اور اپنے خریداری نمبر سے دفتر الحمد کے درج ذیل ٹیلی فون نمبر یا واٹس ایپ نمبر پر ضرور مطلع فرمائیں۔ شکریہ۔

نوٹ: الحمد کے بینک اکاؤنٹ میں ایزی پیسہ، موبائل کیش اور جاز کیش کے ذریعہ بھی سالانہ زر تعاون جمع کروایا جاسکتا ہے۔

مدیر ماہنامہ "الحمد"

جامعہ حمادیہ، شاہ فیصل کالوں نمبر ۲، کراچی

فون نمبر/ واٹس ایپ / جاز کیش

+92-300-1201016

کارزارِ کائنات بزبانِ سائنس

مولانا حافظ محمد بلال بن عبدالغفران صاحب

(اعزازی رئیس شعبہ افغان میشن عیناوجی)

موسسه قسط



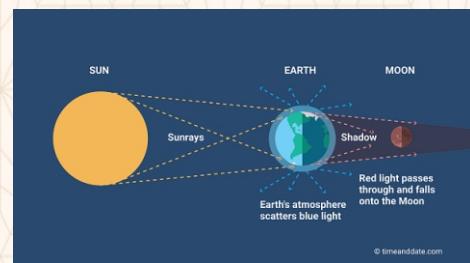
چاند گرہن (Lunar Eclipse)

چاند گرہن اس وقت ہوتا ہے جب زمین، چاند اور سورج کے درمیان آجائی ہے جس سے چاند پر سورج کی روشنی نہیں پڑتی اور چاند نظر نہیں آتا۔ دوسرے لفظوں میں چاند گرہن کے دوران ہمیں زمین کا سایہ چاند پر پڑتے ہوئے دھکائی دیتا ہے۔

یہاں دلچسپ بات یہ ہے کہ سورج گرہن کیسا دھکائی دیتا ہے وہ اس چیز پر منحصر ہے کہ سورج گرہن کا زمین پر کس جگہ سے مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔ لیکن چاند گرہن میں اس کے بالکل بر عکس ہوتا ہے، اس کا مشاہدہ دنیا میں کہیں سے بھی کیا جاسکتا ہے جہاں جہاں سے چاند اپنی پر نظر آ رہا ہوتا ہے۔ یعنی کہ سورج گرہن کے بر عکس چاند گرہن کا دنیا میں کہیں سے بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ سورج گرہن کی طرح چاند گرہن بھی تین قسم کے ہوتے ہیں۔

مکمل چاند گرہن

مکمل چاند گرہن کے دوران، ناسا کے مطابق چاند اور سورج، زمین سے دو مختلف سمتیوں میں ہوتے ہیں۔ ناسا کہتا ہے کہ چاند گرہن کے دوران چاند زمین کے سامنے میں آ جاتا ہے لیکن اس کے باوجود کچھ روشنی چاند پر پہنچتی رہتی ہے۔ اور کیوں کہ چاند گرہن کے دوران سورج کی روشنی زمین کی فضा سے گزر کر چاند پر پڑتی رہتی ہے اسی وجہ سے گرہن کے دوران چاند سرخ نظر آتا ہے جسے انوئی چاند بھی کہا جاتا ہے۔



سورج گرہن کے مختصر دورانے کے برعکس چاند گرہن کا دورانیہ ایک سو چار (104) منٹ تک رہ سکتا ہے۔ کیوں کہ ہماری زمین کا قطر چاند کے قطر سے چار (04) گناہرا ہے اس لیے مکمل چاند گرہن کا دورانیہ زیادہ سے زیادہ ۱۰۳ منٹ تک ہو سکتا ہے۔

اب تک کا آخری مکمل چاند گرہن دنیا پر ہنسنے والوں کو ۲۶ مئی ۲۰۱۶ء کو نظر آیا تھا۔ اگر آپ جنوبی امریکہ، جنوب مشرقی ایشیا، آسٹریلیا یا امریکہ کے مغربی حصوں میں موجود تھے اور آسمان ابرآؤڈ نہیں تھا، تو آپ سپر فلاور فل مون یعنی پورے چاند کو گرہن لگتے دیکھ سکتے تھے جو کہ ۱۷ منٹ تک جاری رہا تھا۔

جزوی چاند گرہن

جس طرح اس کے نام سے ظاہر ہے اس گرہن کے دوران چاند پوری طرح نہیں چھپتا ہے اور صرف چاند کا کچھ حصہ ہی زمین کے سامنے میں آتا ہے۔ اس گرہن کی نوعیت گہرے سرخ رنگ یا خاکی اور زمکن کے رنگ کی طرح ہوتی ہے اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ زمین کا عکس چاند کی تاریک سطح پر کسی طرح پڑتا ہے۔

ایسا چاند کے تاریک اور روشن حصے کے تضاد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ چاند کے روشن حصہ پر تو سامنے کا کوئی اثر نہیں پڑتا اور اس کی چمک برقرار رہتی ہے لیکن زمین کے سامنے میں آنے والا حصہ تاریک ہو جاتا ہے۔

**ناسا کے مطابق مکمل چاند گرہن کبھی کبھی کبھار ہی ہوتا ہے
لیکن جزوی چاند گرہن سال میں دو مرتبہ ہوتا ہے۔**

اگلا جزوی چاند گرہن ۱۸ نومبر ۲۰۲۱ء کو متوقع ہے جو کہ شماں امریکہ، جنوبی امریکہ، آسٹریلیا، یورپ اور ایشیا کے کچھ حصوں میں دکھائی دے گا۔



جزوی چاند گرہن میں زمین جزوی طور پر سورج اور چاند کے درمیان آ جاتی ہے۔

خفیف سا چاند گرہن

یہ گرہن اس وقت ہوتا ہے جب چاند زمین کے خفیف سے سامنے کے نیچے سے گزرتا ہے جو کہ بہت ہلاکا سامایہ ہوتا ہے۔ یہ گرہن اتنے ہلکے سے ہوتے ہیں کہ ان کا انسانی آنکھ سے دیکھے جانے کا امکان اس بات پر مختصر ہوتا کہ چاند کا لکنا حصہ اس عکس کے نیچے آتا ہے۔ جتنا کم حصہ اس سامنے میں آتا ہے اتنا ہی اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ یہ زمین پر کسی انسان کو دکھائی دے۔

یہی وجہ ہے کہ اس طرح کے گرہن کا کلینڈر میں ذکر نہیں کیا جاتا خاص طور پر ان کلینڈروں میں جو سائنسدانوں کے علاوہ عام لوگوں کے لیے بنائے جاتے ہیں۔

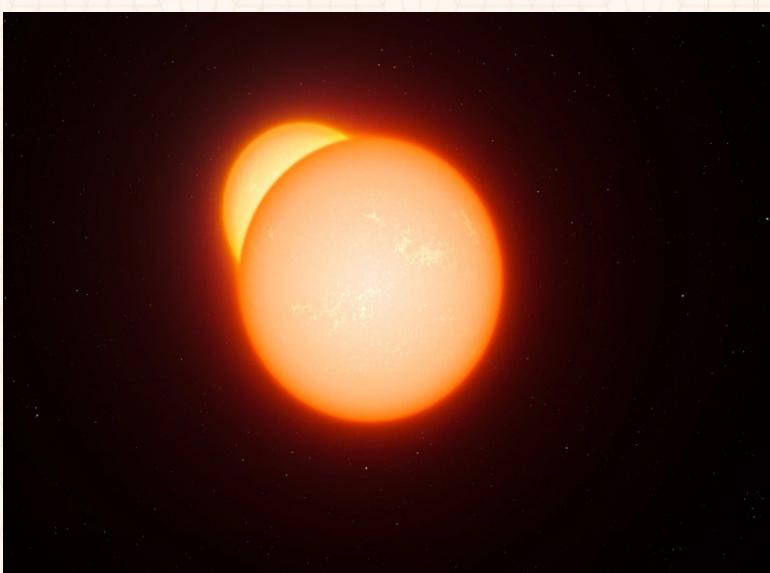
اسٹلر گرہن / ثنائی ستاروں کا گرہن (Steller Eclipse / Binary Stars' Eclipse)

در حقیقت صرف چاند اور سورج جی کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتا بلکہ کائنات کے دور دراز ستاروں کو بھی گرہن لگتا ہے۔

جیسا کہ ہم کو معلوم ہے کہ ہماری کائنات میں کھربوں کہکشاں میں ہیں اور ہر کہکشاں میں کھربوں نظام مشتمی ہیں جس میں ہمارے سورج جیسے یا اس سے چھوٹے بڑے ستارے ہیں جن کے گرد کھربوں سیارے گھومتے رہتے ہیں۔

ہماری کہکشاں "ملکی وے کہکشاں" (Milky Way Galaxy) میں بھی کھربوں ستارے بہموں ہمارے سورج کے موجود ہیں، اور قدرت کے شاہکار کے طور پر ہماری کہکشاں میں چپاس فیض ستارے دو یا دو سے زیادہ کے جھنڈ میں ہیں، اور یہ سب ستارے اپنے

اپنے مداروں میں گردش کرتے رہتے ہیں، تو اس صورت حال کے تحت ہماری کہکشاں میں موجود دو یا دو سے زیادہ کے جھنڈ کے ستارے مسلسل ہماری زمین کی قطار میں آتے رہتے ہیں، اور کسی نہ کسی مدار میں کوئی ستارہ اپنے جوڑی دار ستارے کے آگے آ کر اس کو تاریک



کرتا رہتا ہے، اس طرح سے پچھے والے تارے کو گرہن لگتا رہتا ہے، اور یہ عمل مستقل ہوتا رہتا ہے، لیکن کیوں کہ یہ عام انسانی آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا اسی لئے عام طور پر لوگ اس سے ناواقف رہتے ہیں۔ واضح رہے کہ تمام گرہنوں کی اقسام میں اسٹلر گرہن کا دورانیہ سب سے زیادہ ہوتا ہے جو کہ کئی دن طویل ہوتا ہے حتیٰ کہ یہ کئی سال پر بھی محیط ہوتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ ایک وقت میں کئی اسٹلر گرہن ایک ساتھ وقوع پذیر بھی ہو سکتے ہیں۔

اس قسم کے گرہن کو ثنائی ستاروں کا گرہن یا اسٹلر گرہن کہا جاتا ہے، لیکن یہ گرہن صرف خلائی دوربینوں اور خلائی رصدگاہوں سے ہی نظر آتا ہے۔



اس سلسلے کا پہلا معلوم گرہن سنہ ۷۸۲ء میں انگلیز ماہر فلکیات "جان گذریکے" نے دریافت کیا تھا، جب انہوں نے آسمان پر "شمالی برج پارس" میں موجود دوسرے سب سے روشن ستارے "الگول" (قدیم عرب ماہرین فلکیات کے نزدیک اس ستارے کا نام "فساد پیدا کرنے والا" ہے) کو گرہن لگتے ہوئے دریافت کیا تھا۔ جب کہ اس کے بعد سے اب تک ہزاروں کی تعداد میں ایسے گرہن دریافت ہوچکے ہیں۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ استیلر گرہن طویل ترین دورانے کے ہوتے ہیں، جس میں سابقہ ریکارڈ 730 زمینی دن (دو زمینی سالوں) کا تھا، جو کہ سنہ ۲۰۱۶ء میں فلکیات دانوں کے اب تک کے سب سے طویل ترین استیلر گرہن کو دریافت کرنے کے بعد ٹوٹ چکا ہے۔

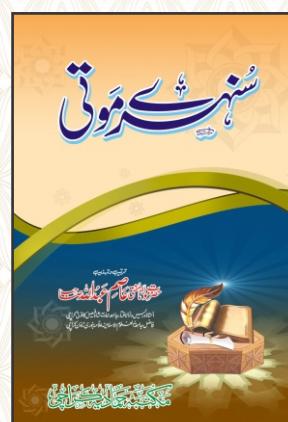
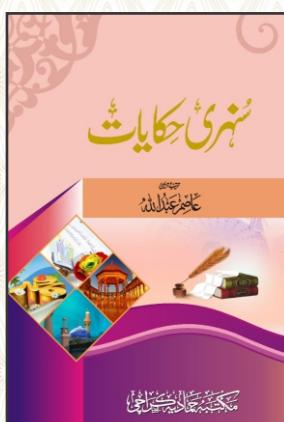
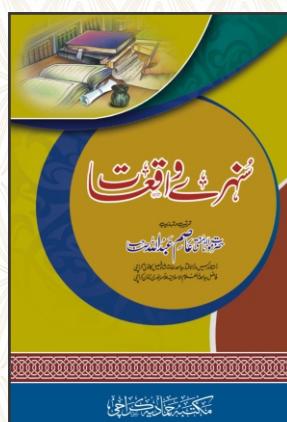
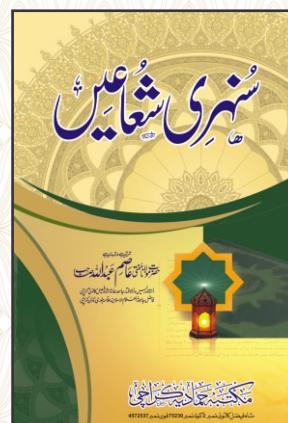
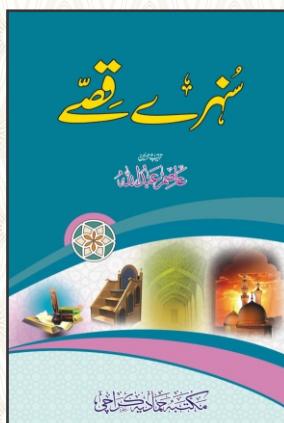
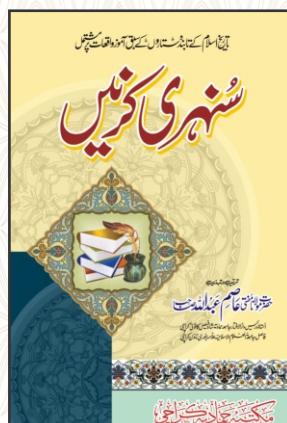
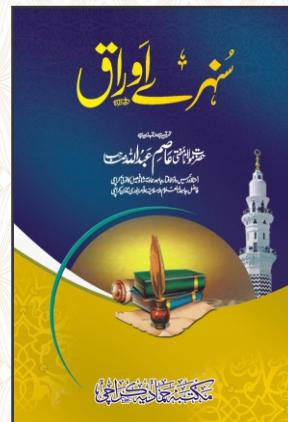
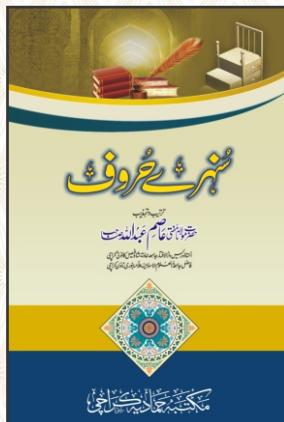
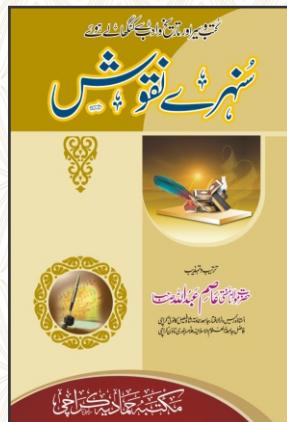
سنہ 2016ء میں ہونے والی نئی دریافت کے مطابق ہماری زمین سے دس ہزار(10,000) نوری سال کے فاصلے پر موجود 2505-672-1 TYC نامی ثانی(Binary) ستاروں کا سسٹم، (جو اپنی زندگی کے آخری حصے میں پنچھے ہوئے دو بڑے سرخ ستاروں پر مشتمل ہے)، کائنات کے اب تک کے سب سے طویل ترین استیلر گرہن کے ریکارڈ کو اپنے نام کر گیا ہے۔ اس مذکورہ ثانی ستاروں کے سسٹم میں ہر اندر (69) سال بعد، استیلر گرہن شروع ہوتا ہے جو کہ حیرت انگیز طور پر ساڑھے تین(3.5) زمینی سالوں جتنے طویل ترین دورانے پر محدود ہوتا ہے۔



طویل ترین استیلر گرہن کا تصویراتی ناکہ

(ماخذ: بی بی سی و دیگر میں الاقوامی ذراع)

حَسْنَةُ مُؤْمِنٍ تَعَالَى عَاصِمَ عَبْدُ اللَّهِ كِي چند دیگر تصنیفات

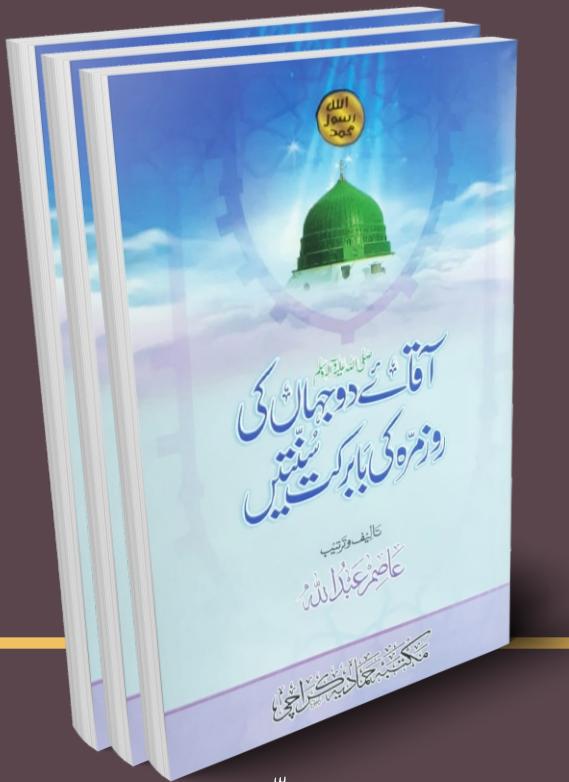


مَكَتَبَہِ حَمَادِیہِ کَلَّا حِیَ

شام فیصل کالونڈ نمبر 2 گوڈ نمبر 75230
فون نمبر: 021-34572537, 0333-3558552

سَوْلَحِ حَيَاةٍ

استاذ درسی دارالافتات جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کاؤنٹری کراچی
 فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری تاؤن کراچی



— آفے دو جہاں کی روزمرہ کی بارکت سنتیں —

اپنے موضوع پر یہ ایک شاہ کار کتاب ہے، جس میں آنحضرت ﷺ کے روز و شب کے اعمال
 و معمولات، اور دو وظائف اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے متعلق سنتیں نہایت دلنشیں انداز میں بیان کی گئی ہیں۔

سیدی ہوشیدی
 حسنۃ مولانا عبدالواحد صاحبؒ کی

سَوْلَحِ حَيَاةٍ

منظر عالم پر آگئی ہے۔

غایقیاں
 خوش امدادین
 مخاللہ بخوبی
 مخاللہ بخوبی

بیرونیت پریشریت ڈائیٹریٹ
 عبدالواحد صاحب کی زندگی بابشہشی و بارکت تھی۔

ان کی زندگی ان سلاف کی حیات کامل کا نمونہ تھی کہ جن پر قومی خیرتی ہیں،
 اور ایک دنیا ان سے اثر لیتی ہے۔ اس قابلی عمل زندگی کو لوگوں کے سامنے
 پیش کرنا بہت ضروری تھا جیسا کہ لوگ اسے پڑھ کر اپنی زندگی و آخرت سنوار سکتیں۔
 ہم نے حضرت کی

سَوْلَحِ حَيَاةٍ

کو بڑی عرق ریزی و محنت سے نہایت ہی خوبصورت انداز میں شائع کیا ہے۔
 اس کتاب کو کتبیہ حمادیہ سے خریدیں اور اپنے حلقة احباب کو بھی حدیث پیش کریں۔
 اگر اس کے پڑھنے سے کسی کی اصلاح ہو گئی تو آپ کی نجات کا ذریعہ ہو گا۔

ملنے کا پتہ:

شماره: ۷۵۲۳
 شاہ فیصل کالج فضیلیہ، ۲۴ نمبر ۷
 ۰۲۱-۳۴۵۷۲۵۳۷، ۰۳۳۳-۳۵۵۸۵۵۲